دسمبر 68ء، جنوری 69ء ۔ 96 صفحات پر مشتمل ایک ہی رسالہ ہے۔

جو دسمبر 1968ء کی ایک جلد اور 1969ء میں جنوری کے ساتھ ایک جلد میں موجود ہے۔

فروری 1969ء

1969

ماہنامہ خالد ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِستبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

—— المصلح الموعودؓ ——

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۵ — شمارہ ۲

ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ ⁂ تبلیغ ۱۳۴۸ھش

فروری ۱۹۶۹ء

قائم مقام مدیر اعلیٰ:- محمد اسلم شاد۔ منگلا

مدیران:- منصور احمد خان۔ ظہیر الدین منصور احمد

معاونین:- منصور احمد ملک۔ لئیق احمد عابد

محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا

ترتیب

اداریہ

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ

فساد کسی صورت میں بھی خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں۔ ایک حقیقی مومن کبھی حدِ اعتدال سے تجاوز نہیں کرتا۔ فساد کا مطلب بھی حدِ اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔ اسلام دنیا کے لئے صلح اور امن کا پیغام لے کر آیا ہے وہ کسی قسم کے فساد کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی معاشرے کی فضا بھی ہر قسم کے شر اور فساد سے پاک ہونی چاہیئے۔

یہ طریق سراسر ناجائز ہے کہ نیک مقصد کے حصول کے لئے بد ذرائع اختیار کئے جائیں اور معاشرے میں بدامنی اور بے چینی کی لہریں دوڑا دی جائیں۔ بلکہ ہر نیک مقصد کے حصول کے ذرائع بھی نیک ہونے چاہئیں۔ جلسے، جلوس، توڑ پھوڑ، پتھراؤ اور ہنگامے مسلمان قوم کے شایانِ شان نہیں۔ اس دور کے غیر اسلامی اور اشتراکی ہتھکنڈوں کی نقالی ہے جو قومی کردار پر نہایت مہلک اثر ڈالے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب ایک ہیں۔ ایک رسولؐ اور ایک کتاب کے ماننے والے ہیں۔ پس امن اور اخوّت ہی ہمارا طغرائے اختصاص ہونا چاہیئے۔ اور ہر پاک انقلاب کو برپا کرنے کے لئے خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی پاک ذرائع ہی کو اختیار کرنا چاہیئے۔

دیکھئے ہمارے آقا و مولا حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کتنا عظیم الشان اور کتنا مشکل انقلاب برپا فرمایا۔ مگر منافرت اور فساد اور بدامنی کے ذریعہ نہیں بلکہ محبّت اور خدمت اور صلح اور آشتی اور صبر اور ہمدردی کے ذریعہ۔ پس ہمارے لئے اسوۂ حسنہ نہ مغرب ہے نہ مشرق۔ بلکہ صرف اور صرف آنحضور نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات ہے۔ صرف اور صرف وہی انقلاب پاک اور برکت والا ہوگا جس کے ذرائع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہوں۔

ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ دنیا کی نگاہیں اس وقت پاکستان پر لگی ہوئی ہیں۔ اور اسلام کی ترقی بھی پاکستان ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے اگر جلد از جلد ہم نے اس بدامنی اور توڑ پھوڑ کرنے والی فضا کو امن اور تعمیر کی فضا میں نہ بدلا تو صرف پاکستان ہی کو نہیں بلکہ عالمِ اسلام کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

احمدی نوجوانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماحول میں اس امر کی تلقین کریں۔ کہ فساد اور ہنگامے نہ مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہیں اور نہ ہی خدا تعالےٰ کی خوشنودی کا باعث۔ چنانچہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ کا درج ذیل اقتباس بھی اس امر کی عکاسی کرتا ہے:۔

"قرآن کریم نے جو سات سو احکام ہماری زندگیوں کو سدھارنے اور اعتدال پر لانے کے لئے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے دو اور احکام میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم کا ایک حکم یہ ہے کہ فساد نہ کرو۔ اور قرآن کریم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ فساد کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے لوگ اس کے غضب کے نیچے آجاتے ہیں۔ فساد کے لغوی معنی ہیں حدِ اعتدال سے نکل جانا۔ معنی کی اس وسعت کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کے ہر حکم سے بغاوت فساد ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کا ہر حکم استقامت اور اعتدال پر قائم رکھتا ہے۔

فساد کئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے اور کسی شکل میں بھی وہ ہمارے محبوب رب کو محبوب نہیں۔ اللہ تعالےٰ سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے کہ دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ کہ جب وہ باتیں کرتے ہیں تو ان کی باتیں بڑی پسندیدہ معلوم ہوتی ہیں۔ وہ ملک اور قوم کے خیر خواہ۔ دین کے فدائی اور خدا سے پیار کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ۔ (البقرہ آیت ۲۰۶)

یعنی جب بھی اُسے موقع اور طاقت ملے وہ فساد پیدا کرنے کی غرض سے سارے ملک میں دوڑتا پھرتا ہے۔ اور اس طرح حرث اور نسل کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے"

(الفضل ۱۱ر فتح ۱۳۴۷ھش)

قال اللہ

معارف القرآن الحکیم

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝

ترجمہ:- اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف (بھی) وحی کی ہوئی ہے کہ تو پہاڑوں میں اور درختوں میں - اور جو انسان انگور وغیرہ کے لئے) ٹیک بناتے ہیں - ان میں (اپنے) گھر بنا -

تفسیر:- "...... اسی طرح نحل کا بھی عظیم الشان نظام ہے - بعض ماہرین کا خیال ہے کہ انسانوں کے نظام سے ان کا نظام بہتر ہوتا ہے - ان کا احساس بعض باتوں میں انسان سے زیادہ ہوتا ہے ان کے ہر چھتہ میں ایک ملکہ ہوتی ہے - سب مکھیاں اس کی پیروی کرتی ہیں - ان کی نسلیں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں - انسانوں کی طرح سب مل کر نہیں رہتیں -

جب نئی ملکہ پیدا ہوتی ہے - تو پرانی مکھیاں اس کو مارنا چاہتی ہیں - تو ساری نئی جوان مکھیاں اس کا پہرہ دیتی ہیں - اور مل کر اس کی حفاظت کرتی ہیں - وہ ملکہ بڑی ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت علیحدہ چھتہ بناتی ہے - پھر ملکہ لڑائی کر کے یا تو پہلی بڑی مکھیوں کو پہلے چھتہ سے نکال دیتی ہے یا شکست کھا کر دوسری جگہ پر چلی جاتی ہے - ان کے نظام کی اور بھی تفصیلات ہیں - جو حیرت انگیز ہیں -

خدا تعالیٰ نے نحل کے ذکر کو اس لئے چنا ہے - کہ یہ معلوم ہو کہ ایک بالا ہستی ہے - جس نے اسے یہ علم دیا ہے - اور اس کو ایسا نظام دیا ہے جو خود اس کا سوچا ہوا نہیں ہے - نیز اس مثال کو اس لئے چنا ہے کہ شہد کی مکھی کا نظام معمولی غور سے نظر آجاتا ہے - اور اس لئے بھی کہ اس سے ایک ایسی غذا پیدا ہوتی ہے - جسے انسان نے بہترین سمجھا ہے - اس نظام کا اس میں پایا جانا یہ بتاتا ہے - کہ اس میں عقل ہے - مگر اس کا ایک ہی حالت میں رہنا اور ترقی نہ کر سکنا یہ بتاتا ہے - کہ وہ نظام اس کو کسی اور ہستی نے دیا ہے - اور باہر سے آیا ہے - اس نے خود وہ نظام تیار نہیں کیا ....."

(تفسیر کبیر جلد ۳)

قال الرسولؐ

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ حَیْثُ یَذْکُرُنِیْ وَاللّٰہِ اَللّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ مِنْ اَحَدِکُمْ یَجِدُ ضَالَّتَہٗ بِالْفَلَاۃِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا، وَاِذَا اَقْبَلَ اِلَیَّ یَمْشِیْ اَقْبَلْتُ اِلَیْہِ اُھَرْوِلُ۔

(مسلم کتاب التوبۃ باب فی الحض علی التوبۃ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ ”میں اپنے بندے سے اس کے حسن ظن کے مطابق سلوک کرتا ہوں۔ جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔ جہاں بھی وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں“ خدا کی قسم اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے۔ کہ اتنا وہ شخص بھی خوش نہیں ہوتا۔ جسے جنگل بیابان میں اپنی گمشدہ اونٹنی مل جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ”جو شخص مجھ سے بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے گز بھر قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں“۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کیلئے مجدد اعظم تھے

ایک عقلمند کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے۔ اور رُوحانیت کھو چکے تھے۔ پس ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے مجدد اعظم تھے۔ جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں۔ کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا۔ اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور میں بدل گئی جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے۔ اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے۔ کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے۔ کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا۔ اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا۔ اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا۔ جبکہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے۔ اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی۔ کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا۔ اور پھر انسانوں سے تعلیمیافتہ انسان بنایا۔ اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا۔ اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی۔ اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے۔ مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔"

(لیکچر سیالکوٹ)

موسم کے اشارے

صدر محترم کا پیغام خدام کے نام

اس میں شک نہیں کہ بدلتا ہوا موسم اشارے کرتا ہے۔ لیکن یہ اشارے ہر جنس اور نوع اور طبقے کے لئے الگ الگ ہوا کرتے ہیں۔ کبھی موسم کی تبدیلی کیڑوں مکوڑوں کو اناج کے ذخیرے اکٹھے کرنے کے اشارے کرتی ہے۔ تو وہ دن رات دانہ دانہ رتی رتی اکٹھا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں۔ کبھی موسم کی تبدیلی سانپوں اور بچھوؤں اور مینڈکوں کو زیر زمین دفن ہو جانے کا اشارہ کرتی ہے تو وہ سطح زمین کی دلچسپیاں ترک کر کے زیر زمین روپوش ہو جاتے ہیں اور مہینوں ان کا پتہ نہیں ملتا۔

پھر یہی موسم کی تبدیلی کبھی پرندوں میں چہل پہل اور رونق اور نغمہ سرائی پیدا کر دیتی ہے اور پرندوں کی دنیا اس شعر کا مصداق بن جاتی ہے کہ ؎

آمد بہار کی ہے تو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی!

لیکن کبھی یہی موسم کی تبدیلی پرندوں کی کائنات میں ایک عظیم ہل چل اور بے چینی اور کرب کی علامات ظاہر کر دیتی ہے۔ پرندے بے قرار اڑانیں اڑتے اور متوحش شور و غل بپا کرتے ہیں تو چوپائے اور درندے اپنے مساکن اور کمین گاہوں سے نکل کر سراسیمہ جنگلوں میں دوڑتے ہیں اور رینگتے اور بلبلاتے اور ہنہناتے اور چنگھاڑتے اور دھاڑتے ہیں۔ چنانچہ سائنس دان ہمیں بتاتے ہیں کہ بسا اوقات عظیم زلزلوں یا ہولناک موسمی آفات سے قبل ہی حیوانات کی دنیا کو اس کی خبر ہو جاتی ہے اور وہ ایسا کرب اور بے چینی ظاہر کرتے ہیں کہ گویا حشر کا عالم ہے۔

حیوانات ہی نہیں۔ نباتات کی دنیا بھی موسم کے اشارے سمجھتی ہے اور خزاں کی آمد پر الگ لبادہ اوڑھتی ہے۔ نوبہار کی آمد آمد پر الگ لباس زیب تن کرتی ہے۔

پھر انسانوں میں تو موسمی تغیرات طبقہ طبقہ الگ رنگ دکھاتے ہیں۔ اور ایک ہی قسم کی

موسم کی تبدیلی نیک و بد امیر و غریب میں الگ الگ طرز عمل اور رجحانات کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر شفق کسی ہجر کے مارے کو خون آشام یا آتش زدہ نظر آتی ہے اور اس کے دل کو جلانے یا جگر کا خون کرنے کا موجب بنتی ہے۔ تو ایک صاحب وصل کے لئے مسرتوں کا نیا پیغام اور نئی رنگینیاں لے کر آتی ہے۔

گھٹائیں کسی زمیندار کے لئے مسرت کا پیغام لاتی ہیں۔ تو کسی کے لئے غم و فکر کا کسی شاعر کے لئے آنسو بنتی ہیں تو کسی کے لئے کیف و مستی اور رند انہی گھٹاؤں کے آثار دیکھ کر یہ راگ الاپنے لگتے ہیں کہ

یہ مٹتا ہوا چاند۔ یہ بجھتے ہوئے تارے
ہر رند سمجھنے لگا موسم کے اشارے

مومن کی دنیا ان سب سے الگ اور انوکھی دنیا ہوتی ہے کہ جس کے لئے کائنات کی ہر تبدیلی کا اشارہ ایک ہی سمت اور ایک ہی قبلہ کی طرف ہوتا ہے!

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ . . . .

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کی تبدیلی میں صاحب رشد لوگوں کے لئے علامات اور اشارے پائے جاتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے سنیئے کہ یہ اشارے کیا ہیں اور کس قبلہ کی طرف ان کا روئے سخن ہے:۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ تھا کچھ کچھ نشاں اس میں جمال یار کا
اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
جس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

راتیں جب لمبی آتی ہیں تو اُسے "زِدْ عَلَیْہِ" کا پیغام دیتی ہیں اور اس کی رات کی عبادتیں لمبی ہو جاتی ہیں اور وہ زیادہ دیر اپنے رب کے حضور قیام و سجود اور گریہ و زاری اور مناجات میں گذارتا ہے۔ دن جب لمبے آتے ہیں تو جہاد فی سبیل اللہ کی مصروفیات اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا کا پیغام لے کر آتے ہیں اور وہ ہمہ تن قیام دینِ متین کے لئے کوشاں اور مصروفِ عمل ہو جاتا ہے۔ گویا موسم کی ہر تبدیلی اس کے لئے قبلہ نما بن جاتی ہے۔

میرے قابلِ صد احترام خدام بھائیو! خواہ تم مرکز کے عہدیدار ہو یا علاقہ یا ضلع یا مقام کے۔ اور خواہ تم کوئی ظاہری عہدہ نہیں رکھتے۔ لیکن خدا کی نظر میں خدمتِ احمدیت کی ذمہ داری میں برابر کے شریک ہو۔ موسم کے اشارے دیکھنا، سمجھنا اور ان کے مطابق عمل کرنا سیکھو۔ آج جبکہ موسم کروٹ بدل چکا ہے اور راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہو رہے ہیں۔ کیا اس میں مومن کے لئے کوئی اشارہ اور کوئی تعلیم نہیں؟ کیا یہ لمبے ہوتے ہوئے دن ہمیں (اس جہاد کے میدان میں جس کا تعلق زیادہ تر دن کی روشنی سے ہے) بڑھ بڑھ کر دعوتِ عمل نہیں دے رہے۔ کیا یہ سردی کی شدت میں کمی اور فضا میں توانائی کا احساس ہمیں "غفلت کے لحافوں" کو اُتار پھینکنے کا اذن نہیں دے رہے؟ یقیناً ایسا ہی ہے۔

پس آؤ ان اشاروں کو سمجھیں اور قبول کریں۔ اور خدمتِ دین کے میدان میں کمرِ ہمت کس کر مصروفِ عمل ہو جائیں۔ سال کے صرف نو ماہ باقی ہیں اور کام بہت پڑا ہے۔ بہت کام پڑا ہے۔ بہت کام پڑا ہے۔ ہر شعبے اور ہر ایوان میں واجب الادا ذمہ داریوں کے انبار لگے پڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اور ہمت اور توفیق مانگتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داریاں شوق اور محبت کے ساتھ احسن رنگ میں ادا کیجئے۔ یہاں تک کہ ہر وہ کام جو آپ اپنے ہاتھ میں لیں۔ سال کے آخر پر ہر لحاظ سے آج سے بہت بہتر حالت میں ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے کہ بغیر اس کی نصرت کے کچھ بھی ممکن نہیں۔

آمین

حضرت سیدہ اُمِّ متین صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ

سیرت مصلح موعودؓ کی چند جھلکیاں

۲۰ر فروری کا دن ایسی یادیں ساتھ لاتا ہے جو حسین بھی ہیں اور غمناک بھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا باون سالہ دورِ خلافت تاریخ اسلام کا ایک عظیم واقعہ ہے۔ اس طویل مدت میں دنیا نے آپ کے وجود میں کیا کیا نہ دیکھا۔ ایک عظیم راہبر۔ ایک معلّم۔ ایک مصلح۔ ایک محسن۔ آپؓ کی زندگی رحمت و شفقت کا مرقع تھی۔ ہر شخص پر اس حسن و احسان کے پیکر نے اپنی محبت و شفقت کا مینہہ برسایا۔ ہم آج ایک ایسی ہستی کی طرف سے حضورؓ کی حیات مقدسہ کی چند جھلکیاں پیش کر رہے ہیں۔ جسے آپ کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء۔ ہم مکرم و محترم ملک سیف الرحمان صاحب کے ممنون ہیں جن کے ذریعہ یہ مضمون حاصل ہوا۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ جب کسی ہستی کو کوئی خاص مقام عطا فرماتا ہے۔ اور اس سے اصلاحِ خلق کا کام لینا چاہتا ہے تو اس کو دنیا کے لئے ایک نمونہ بنا دیتا ہے۔ تا باقی لوگ بھی اس کو دیکھ کر اپنی زندگیاں اس رنگ میں ڈھال سکیں۔ کامل نمونہ عالمین کے لئے تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہی تھی لیکن آپ کے نقشِ قدم پر چل کر اور آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر ہزاروں بلکہ لاکھوں شخص ایسے گذرے ہونگے جن کو ان کے زمانہ کے لئے اللہ تعالےٰ نے نمونہ بنایا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ذات اور مقام تو ایک موعود ذات اور موعود مقام تھا۔ جس کے متعلق حضرت امام الزمان کو بتایا گیا تھا کہ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

حضرت مصلح موعودؓ کا بچوں سے سلوک

بظاہر ایک ایسے انسان کے متعلق جس کی زندگی کا ہر لمحہ بے حد مصروف گذرا ہو۔ جسے وقت پر کھانا کھانے اور آرام کرنے کے لئے بھی وقت نہ ملتا ہو جس کا ایک ایک لمحہ اس سوچ و فکر میں گذرا ہو کہ اسلام کی تبلیغ کو کیسے وسیع کیا جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام کس طریق سے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جائے۔ جو سوتے میں جاگتا ہو اور جاگتے میں سوچتا ہو۔ ایسے انسان کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ اس کا تعلق اپنے اہل و عیال سے کم ہی ہوگا۔ وہ کیا دلچسپی اپنے بچوں اور ان کے اشغال میں لے سکتے ہوں گے لیکن اس کے برعکس حضرت مصلح موعودؓ بیشک

انتہائی طور پر مصروف رہتے تھے۔ لیکن آتے جاتے مجلس
میں بیٹھے کھانا کھاتے وقت اور مساجد میں آپ کی نیم وا
نظریں بچوں پر پڑتی رہتی تھیں۔ کپڑے ٹھیک پہنے
ہوئے ہیں یا نہیں۔ سر پر ٹوپی ہے یا نہیں۔ کوئی حرکت
وقار کے خلاف تو نہیں۔ ملنے جلنے کا طریق اور طریق
گفتگو پایۂ تہذیب سے گرا ہوا تو نہیں۔ لڑکوں کے
متعلق بھی اور لڑکیوں کے متعلق بھی بڑی گہری نظر
رکھتے تھے۔ وہ بات جو سرسری نظر میں کسی دوسرے
کو نظر نہ آتی تھی۔ آپ کی نگاہ میں کھٹک جاتی تھی۔
اور آپ کبھی سختی سے کبھی نرمی اور شفقت سے کبھی
نصیحت کے رنگ میں اور کبھی اس طرح کہ گویا اس بچہ کو
تو نہیں کہہ رہے بلکہ کسی دوسرے کو مخاطب ہو کر
بات کرتے۔ عقلمند بچہ ضرور سمجھ جاتا کہ اشارہ میری طرف
ہے اور اس بچہ پر اچھی طرح واضح فرما دیتے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے
ایسا کام تمہیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ کئی باتوں میں
سختی بھی کی ہے سزا بھی دی ہے ناراض بھی ہوئے
ہیں تا اصلاح ہو جائے مگر زیادہ تر نرمی اور محبت
سے ہی سمجھا دیا کرتے تھے۔

میری شادی سنہ ۳۵ء میں ہوئی۔ اس وقت
آپ کے اکثر بچے جوان تھے۔ صرف چند بچوں کا بچپن
میری نظروں کے سامنے گذرا ہے۔

گو خود میری عمر شادی کے وقت چھوٹی تھی
لیکن انہوں نے ہمیشہ ہی میری توجہ کو اس طرف مبذول
کیا کہ تمہارا رشتہ اب ان سے بڑا ہے تم نے انہیں
میری نظر سے دیکھنا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں جمعہ یا کسی جلسہ سے
واپس آئی تھی کہ حضورؓ تشریف لے آئے کہنے لگے۔
تم گئی تھیں لڑکیوں کو ساتھ کیوں
نہیں لیکر گئیں۔ میں نے کہا کسی نے
نہیں کہا کہ میں نے بھی جانا ہے فرمایا
یہ تو تمہارا کام تھا تم ان کو کہتیں کہ
ان کو جانا چاہیئے وہ بچیاں ہیں۔

اس زمانہ میں چونکہ خود اپنی عمر چھوٹی تھی کئی دفعہ غصہ
بھی آجاتا تھا۔ کہ میں تو خود تربیت کی محتاج ہوں۔
اور یہ مجھ سے ان کا خیال رکھنے کو کہہ رہے ہیں جن کی
عمر مجھ سے کچھ ہی کم ہو گی۔ لیکن درحقیقت اس رنگ
میں میری بھی ساتھ ساتھ تربیت آپ کے ذریعہ
سے ہو رہی تھی۔

میں نے متعدد بار انتہائی مصروفیت کے
باوجود آپ کو بچوں کو گود میں اٹھا کر بہلاتے دیکھا اور
لوریاں دیتے سُنا ہے گلے سے لگا کر ٹہلتے ہوئے
نہایت پیارے انداز میں اور نہایت خوبصورت آواز
سے آپ یہ پڑھتے تھے۔

بلغ العُلیٰ بکمالہ
کشف الدُجیٰ بجمالہ
حسُنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ واٰلہ

یہ آپ کے محبوب اشعار تھے جو آپ گنگنایا کرتے تھے
گو ان کے علاوہ اور اشعار بھی پڑھتے ہوئے میں نے

سُنا ہے۔ آواز اتنی پیاری تھی کہ کیسا ہی بچہ رو رہا ہو۔ فوراً خاموش ہو جاتا تھا۔

ایک دفعہ کسی بچہ کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ شعر پڑھ رہے تھے جو آپ کو بہت پسند تھا۔

وَرَأَیْتُ ظَبْیًا عَلیٰ کُثَیِّبٍ
یَخْجَلُ الورد والھلالا لا
فَقُلْتُ ما اسمک فقال لُوْلُو
فقلت لی لی فقال لالا

جب ہم ۱۹۵۵ء میں حضورؓ کے علاج کے لئے یورپ گئے ایک ہفتہ دمشق میں بھی ٹھہرے۔ وہاں مکرمی بدر الحصنی صاحب جن کے گھر میں ہمارا قیام تھا کی ایک بیٹی اپنی بچی کو لے کر آئیں۔ کہ حضورؓ اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیں۔ اور دعا فرما دیں۔ آپؓ نے فرمایا۔ بچی کا نام کیا ہے۔ کہنے لگیں۔ ہم اسے پیار سے "لؤلؤ" کہتے ہیں۔ حضورؓ نے اسی وقت بے ساختہ یہی شعر پڑھا بچی کی ماں کو اتنا پسند آیا۔ کہ کہنے لگی مجھے لکھ دیں حضورؓ نے مجھے فرمایا اسے شعر لکھ کر دیدو۔ چنانچہ میں نے اسے لکھکر دیدیا۔ عزیزہ امۃ المتین چھوٹی سی تھی میں نے کہا آپ اس کے لئے کوئی بچوں والی نظم کہہ دیں میں اسے یاد کروا دوں آپ نے بالکل ہی بچوں کی نظم (عزیزہ کی عمر غالباً چار سال تھی، کہہ دی وہ نظم یہ تھی۔

چوں چوں کرتی چڑیا آئی　　چونچ میں اپنی تنکا لائی
تنکوں سے اس نے گھونسلہ بنایا　　پتوں سے پھر اس کو سجایا
پھر اس میں انڈے دینے بیٹھی　　انڈے دے کر سینے بیٹھی
کچھ انڈے تو کچے نکلے　　باقی میں سے بچے نکلے
بچوں نے وہ شور مچایا　　سارے گھر کو سر پہ اُٹھایا
کوئی کہتا اماں کھانا　　کوئی کہتا پانی پلانا!
چڑیا بولی پیارے بچو!　　غل نہ مچاؤ صبر سے بیٹھو
ابا کام سے آتے ہونگے　　دانہ دُنکا لاتے ہونگے
تم سب بیٹھ کے کھانا کھانا　　پھر سب مل کے سیر کو جانا

کہنے کو تو یہ بچوں کے اشعار ہیں اور ایک مصروف آدمی کے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے۔ کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑے مگر یہ بالکل ہی بچگانہ نظم اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ آپ کو بچوں کی خواہشات پورا کرنے کی طرف کتنی توجہ تھی۔ "چڑیا" والی نظم تو کھڑے کھڑے شاید پانچ منٹ میں آپ نے کہی تھی۔ اور متین کو یاد کروا کے سنی بھی کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آئے۔ تو ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے "طوطے" پر ایک نظم لکھی ہوئی تھی۔ کہنے لگے لو میں تمہارے لئے نظم لکھکر لایا ہوں یاد کر لو۔ متین کو طوطا پالنے کا بچپن میں بہت شوق تھا۔ یہ نظم بھی درج ذیل کرتی ہوں یہ حضورؓ کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی میرے پاس محفوظ ہے۔

درخت پر کا طوطا
اور
گاؤں کے بچے

پیارے طوطے بھولے بھالے　　ہم ہیں تیرے چاہنے والے
تیرا سبز لباس غضب ہے　　کیا ہی پھبن ہے کیسی چھب ہے
اوپر لال سی جاکٹ پہنے　　سج کر بیٹھا ہے بن گہنے

جب بیٹھا ہو پیڑ کے اُوپر
اس کی سبزی تجھکو چھپائے
کھیل رہا ہو پر پھیلا کر
رنگ ترا اس سے مل جائے

کیوں بیٹھا ہے پیڑ پہ جا کر
بیٹھ ہمارے پاس تو آ کر
تجھ کو ہم چُوری ڈالیں گے
پیار و محبت سے پالیں گے

بیر اور گنّے لائیں گے ہم
تجھکو خوب کھلائیں گے ہم
پنجرہ اک اچھا سا بنا کر
رکھیں گے تجھے اس میں چھپا کر

میٹھے بول سکھائیں گے ہم
تجھ کو خوب پڑھائیں گے ہم
بیٹھ کے تیری باتیں سُنیں گے
تجھ سے کوئی کام نہ لیں گے

اچھے طوطے گر نہیں آتا
اپنا نام تو ہمکو بتا جا
طوطا بولا نام ہمارا
میٹھو ہے کیوں ہے نہ پیارا؟

یہ کہتے ہی پر پھیلا کر
دُم اور چونچ دبا کر
اُڑ گیا طوطا شور مچا کر
چھپ گیا وہ بادل میں جا کر

عزیزہ متین جب پانچ سال کی تھی تو میں نے کہا اسے کوئی دینی نظم لکھکر دیں۔ اس پر آپؓ نے وہ نظم کہی جو کلام محمود" میں اطفال احمدیہ کے ترانہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ متین کو لکھ کر دی تھی۔ اور میں نے اسے یاد کروائی تھی۔ اس نظم کا پہلا شعر ہے:۔

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالم کون کا اک خدا ہے

شروع میں چھ سات شعر کہہ کر دیئے تھے کہ اسے یاد کروا دو۔ پھر کچھ زائد لکھکر اخبار میں شائع کروا دی حتی الوسع آپؓ نے بچوں کی خواہشات کو پورا فرمایا۔ اور ان کی دلچسپیوں میں حصہ لیا۔ ہاں کوئی بات وقار و تہذیب سے گری ہوئی دیکھی یا کوئی امر خلاف قرآن و سنت دیکھا تو بہت ناراض ہوتے تھے جیسا کہ میں اپنے ایک مضمون میں (جو غالباً مصباح میں شائع ہوا تھا) ذکر بھی کر چکی ہوں کہ ایک لڑکی نے سہیلیوں سے سنکر سہرا منگوا لیا۔ اور آپؓ نے اسے پکڑ کر قینچی سے کاٹ کر پھینک دیا۔

اپنی مصروفیات کے باوجود کبھی کبھی خود بچوں کو پڑھا بھی دیتے تھے۔ ایک دفعہ قادیان میں قرآن مجید پڑھانا شروع کیا۔ جس میں مبارک احمد۔ منور احمد امۃ القیوم۔ امۃ الرشید اور میں شامل ہوتے تھے عربی صرف و نحو بھی ساتھ ساتھ پڑھاتے تھے پہاڑ پر جب گرمیوں میں جاتے۔ بچوں کو گرمیوں کی تعطیل ہوتی تھیں۔ ہر سال ہی کچھ نہ کچھ پڑھایا کرتے ڈلہوزی میں کئی دفعہ عربی صرف و نحو۔ حدیث اور قرآن مجید مجھے پڑھانا یاد ہے۔ کبھی خود نہ پڑھا سکتے تو مجھے فرماتے تھے کہ لڑکیوں کو پڑھایا کرو۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا۔ کہ بچیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ یاد کرواؤ۔ پڑھانے کا طریق بڑا ہی عجیب تھا نہایت آسان طریق پر کہ پڑھنے والا سمجھتا اس سے زیادہ آسان کوئی سبق ہی نہیں آج تک وہ پڑھا ہوا یاد ہے۔ خصوصاً عربی صرف و نحو کا پڑھانا تو آپ پر ختم تھا۔ میں نے آجتک اس طریق سے کسی کو پڑھاتے نہیں دیکھا۔

بچوں کی مجالس میں اکثر لطائف سنایا کرتے اور بچوں سے لطیفے سُنتے۔ ہزاروں لطیفے اور چٹکلے یاد تھے۔ کبھی کبھی رات کو بچوں کو لے کر بیٹھ جانا اور

کوئی کہانی سُنا دیتی - کئی دفعہ ایک ایک کہانی کا
سلسلہ ہفتوں چلا کرتا - اور وہ اتنی دلچسپ ہوتی کہ
بچے تو کجا سارے گھر کے بڑے بھی گھیرا ڈال کر بیٹھ
جاتے اور کہانی سُنتے -

بچوں کا شام کے بعد گھر سے باہر رہنا بہت
ناپسند تھا اس کی پابندی کروانے کی ہمیشہ تاکید
رکھتے کہ مغرب کے بعد ادھر ادھر نہیں پھرنا - رات کو
اگر دیر سے کوئی بچہ کہیں سے آتا تو ناراض ہوتے -

بچوں سے مذاق بھی فرما لیتے - طبیعت میں مزاح
بہت تھا - لیکن ایسا مزاح نہیں کہ دوسرے کے لئے
تکلیف کا باعث ہو - بامذاق طبیعت کو پسند فرماتے -
بچوں کو کئی دفعہ جادو کے تماشے بھی کر کے
دکھاتے - جس سے بچے محظوظ ہوتے تھے -

اپنے بچوں کی اولاد سے بھی بہت پیار اور محبت
کا سلوک کیا - ان کی پسند کے تحائف دینے کا خیال
رہتا تھا - کسی بچہ کی خواہش کا علم ہوتا تو حتی الوسع
اسے پوری فرماتے -

ذاتی دلچسپیاں

حقیقت تو یہ ہے کہ حضورؓ کی دلچسپی قرآن پر ختم
تھی جس کی اشاعت کا فرض زندگی کے آخری سانس
تک نبھایا - لیکن اپنے فرض کو پورا کرتے ہوئے کئی دلچسپیاں
اور بھی تھیں جن سے کبھی فراغت کے وقت شغل ہوتا
تھا - لیکن جب کام کا زور ہوتا تھا تو سب دلچسپیاں
بھول جاتے -

اس قسم کی دلچسپیوں میں سرِ فہرست سیر و شکار
تھا - ماہر شکاری تھے - جلسہ سالانہ کے بعد تھکان اتارنے
کے لئے یا یونہی کبھی کبھی شکار کے لئے قادیان سے
باہر راجپورہ تشریف لے جاتے - گھر والے بھی ساتھ
ہوتے - کبھی کبھی صرف مردوں کے ساتھ ہی جاتے تھے
مگر - مرغابیاں اور جانور شکار کرتے اور قادیان فہرست
بنا کر بھجواتے کہ گھروں میں اس طرح تقسیم کر دو - گھوڑے
کی سواری کا بہت شوق تھا - اور اعلیٰ درجہ کے شاہسوار
تھے - اپنے بچوں بیویوں - لڑکیوں کو خود گھوڑا چلانا
سکھایا - بہتوں کو بندوق چلانی خود سکھائی - تیراک
بہت اچھے تھے نہر پر جایا کرتے تھے مگر بعد میں
جب مخالفت کا زور ہوا اور یہ خیال تھا کہ کہیں
کوئی شرارت نہ کر دے تو چھوڑ دیا - دیسی طب اور
ہومیو پیتھک سے بہت دلچسپی تھی - ہر دو میں علاج
کرتے تھے - بہت سے طب کے نسخے آپ نے تجویز کئے -
ان کو آزمایا جو آج بھی محفوظ ہیں - اکثر اوقات مستورات
بھی دوائی لینے آتی رہتی تھیں - ان کی علامات توجہ
سے سنتے اور دوائی بتاتے - بعض دفعہ مصروف ہوتے
تو مجھے ارشاد ہوتا کہ علامات نوٹ کرو میری کتاب میں
سے دوائی دیکھ کر مجھ سے مشورہ کر لو - عام طور پر ہومیو پیتھک
یا دیسی طبیب اپنی دوائی دیتے وقت ساتھ کہہ دیتے
ہیں کہ انگریزی دوائی نہ کھانا - آپؓ کا یہ طریق نہ تھا -
فرماتے تھے کہ سب کھاؤ - جو طریق علاج پسند ہو
اسے استعمال کرو - شفا تو اللہ تعالیٰ نے دینی ہے
ہومیو پیتھک کا مطالعہ اپنے شوق سے خود فرمایا -

سینکڑوں کتب ہومیوپیتھک کی منگوائیں اور مطالعہ کیں
اپنے سب بچوں کے متعلق بھی خواہش تھی کہ طب اور
ہومیوپیتھک طریق علاج سیکھیں کیونکہ یہ خدمت
خلق کا ذریعہ ہے اور خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ کی
خواہش کی وجہ سے آپ کی اولاد میں سے اکثر کو اس
میں دسترس حاصل ہے۔ خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح
الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو۔ حکمت کے متعلق فرمایا
کرتے تھے کہ سب کو سیکھنی چاہیئے۔ یہ ہمارا خاندانی
علم ہے۔ اس کو ضائع نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ مجھے
بھی کچھ عرصہ آپ نے ہومیوپیتھی پڑھائی تھی۔ عطر بنانا
بھی آپ کا ایک محبوب شغل تھا۔ ناک کی حس اتنی تیز
تھی عطر سونگھ کر بتا دیتے تھے کہ اس میں کیا اجزاء ہیں
ایک دفعہ فرمایا کہ میں دودھ کا گھونٹ پی کر بتا سکتا
ہوں کہ بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔ بُو برداشت
نہ تھی۔ کبھی ایسا تیل نہ لگایا نہ لگانے دیا۔ جس کی تیز
خوشبو ہو۔ کئی دفعہ بچیوں کو شوق ہوتا کہ دہی سے
سر دھوئیں بال لمبے اور اچھے ہوتے ہیں دھو تو لیتیں
مگر ابا جان کے سامنے جانے کی جرأت نہیں ہوتی
تھی کہ آپ کو بُو آجائے گی۔

ٹہلنے کی عادت تھی اور یہ عادت آپ میں
حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آئی تھی۔ گھنٹوں ٹہلتے
ہوئے پڑھتے اور لکھتے رہتے۔ کمرے کے اندر ہی اتنا
ٹہل لیتے تھے۔ کہ اگر ناپا جائے تو کئی میل بن جاتا۔ عموماً
ٹہلتے ٹہلتے سردیوں میں گرم جرابوں کی ایڑیاں گھس
جاتیں۔ اور رفو کرنی پڑتیں۔ لیکن دوسرے دن ان کا
پھر وہی حشر ہوتا۔

زمیندارہ سے دلچسپی خاندانی چیز تھی۔ سب
پیشوں میں سے آپ کو یہی پسند تھا۔ اور اکثر اس کا
اظہار فرماتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میرے بچے
دین کی خدمت کریں اور ساتھ زمیندارہ کریں۔ آزاد
پیشہ ہے اس کے ساتھ خدمتِ دین کی طرف پوری
توجہ دے سکتے ہیں۔

ذاتی زندگی

صفائی:۔ حضورؓ کی طبیعت نہایت نفیس اور
صفائی پسند تھی۔ ممکن ہے بہنوں نے حضور کو قریب
سے دیکھا ہو آپ کے کمرہ کا حشر دیکھ کر آپ کو صفائی پسند
تسلیم نہ کرتے ہوں۔ سادے، صاف ستھرے کپڑے
پہنتے تھے۔ صابن ہمیشہ اچھی قسم کا استعمال فرماتے تھے
اپنی ذات پر کبھی زیادہ خرچ نہ کیا۔ لیکن کہا کرتے تھے
کہ عام بنے ہوئے صابن ہیں سے مجھے بُو آتی ہے بہترین
کمپنی کا بنا ہوا اعلیٰ ترین صابن ہمیشہ استعمال میں رہا۔
خوشبو بہت پسند تھی۔ لیکن بہت نفیس قسم کی۔ اسی
پسند کی وجہ سے خود بھی خوشبو طیار کرنے لگ گئے
تھے۔ بہت کم بازاری بنا ہوا عطر پسند آتا تھا۔ حس
اتنی تیز تھی کہ تیز خوشبو کوئی ملاقاتی لگا کر آجاتا۔ تو
سر میں درد ہونے لگ جاتا تھا۔ ناک کے آگے رومال
رکھ لیتے تھے۔ کہ تکلیف اس کی خوشبو سے نہ بڑھ جائے
تولیے ہمیشہ اچھی قسم کے خریدتے تھے۔ جسم کی کھال
اتنی نازک اور ملائم تھی کہا کرتے تھے۔ معمولی تولیہ سے

کھال چھل جاتی ہے۔ یہ چاہتے تھے کہ کمرہ صاف رہے لیکن یہ برداشت نہ تھا کہ میرے رکھے ہوئے کاغذات اور کتب ادھر ادھر کر دی جائیں۔ اس سے بہت گھبراتے تھے۔ کبھی صفائی کرتے ہوئے آپ کی کتب جگہ سے بے جگہ ہو جاتیں یا ضروری کاغذ نہ ملتا۔ تو پریشان ہو جاتے۔

لباس سادہ تھا۔ کھدر کی قمیص بھی پہنتے رہے جنگ کے دنوں میں کپڑا نہ ملتا تھا تو کھدر کی قمیصیں سلوالی تھیں۔ پگڑی چونکہ دس گز کی ہوتی، اس لئے کوشش ہوتی تھی کہ باریک ململ کی ہو ورنہ بوجھل ہو جاتی تھی۔ جو سر پر رکھنی مشکل تھی۔ لیکن لباس کی سجاوٹ کی طرف کوئی دھیان نہ تھا۔ کئی دفعہ لوگوں نے بھی دیکھا ہوگا۔ کہ باہر سے آئے ہیں سویٹر اتار کر لٹکایا۔ اترتے ہیں اُلٹا ہو گیا۔ جب دوبارہ پہننے لگے اسی طرح اُلٹا پہن لیا۔ کبھی ٹوکا تو کہا کہ اُلٹا پہن لیا یا سیدھا کیا فرق ہے۔

خوراک بہت سادہ تھی۔ لیکن کھانے کا مذاق نہایت اعلیٰ تھا۔ معمولی سی معمولی چیزوں کو بھی چاہتے تھے کہ محنت سے پکی ہوئی اور خوش ذائقہ ہوں۔ کھانا پکانے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ پہاڑوں پر جانا تو کبھی کبھی پک نک پر جاتے ہوئے کہتے کہ لاؤ سامان۔ میں سامنے پکواؤں گا۔ ایسی ترکیبیں بتاتے کہ بہت ہی مزیدار چیز تیار ہوتی۔ بعض کھانے اپنی خاص ترکیب سے پکوا کر ان کے نام رکھ دیئے تھے۔ جو آج تک ہمارے گھر میں انہی ناموں سے رائج ہیں۔ مثلاً غریب نواز گیسو دراز وغیرہ

یادداشت اتنی اعلیٰ تھی کہ کسی کو ایک دفعہ دیکھ کر بہت کم بھولتے تھے۔ سالہا سال کے بعد اس شخص نے ملنا اور صرف اپنا نام یا گاؤں یا شہر کا نام بتا دینا تو آپ نے اس کے باپ دادا کا نام اس کے گھر کے حالات کا تذکرہ کرنا اور وہ شخص حیران ہو جاتا کہ روزانہ اتنے آدمیوں سے ملکر آپ کو کس طرح کسی ایک شخص کے حالات یاد رہ جاتے ہیں۔

ڈاک بڑی تیزی سے پڑھتے تھے۔ پاس بیٹھا ہوا شخص یہ خیال کرتا تھا کہ سرسری دیکھ رہے ہیں لیکن ایک نظر میں خط لکھنے والے کا نام اور اس کے خط کا مضمون ایسا ذہن نشین ہوتا تھا کہ اسی سلسلہ میں اگر اس شخص کا کوئی اور خط آجاتا تو دفتر کو ہدایت ہوتی حوالے کے لئے پہلا خط نکالو۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا۔ کہ دفتر والوں کو خط نہیں ملا اور کہا کہ حضور ہمیں تو ایسے خط کا آنا یاد نہیں۔ آپ نے کہنا۔ ہرگز نہیں میرا حافظہ غلط نہیں کہتا۔ خط ضرور آیا ہے۔ تلاش کرو۔ اکثر اوقات کئی کئی دن خط تلاش کرنے میں لگ جاتے۔ اور آخر مل جاتا اور بات وہی ٹھیک نکلتی۔ جو حضورؓ نے فرمائی تھی۔

ایک دفعہ کوئی چیز کہیں رکھ دیتے تو جگہ یاد رہتی۔ قادیان میں لائبریری اپنے رہائشی کمروں کی پشت پر تھی۔ کسی کتاب کی ضرورت پڑتی مجھے فرماتے فلاں نمبر کی الماری میں فلاں خانہ میں اتنی کتابیں چھوڑ کر فلاں کتاب رکھی ہے۔ میں نے جانا کئی دفعہ ایسا سرسری دیکھنا کہ کتاب نہ ملتی۔

واپس آکر کہہ دینا کہ کتاب وہاں نہیں ہے۔ کہتے دوبارہ جاؤ۔ کتاب اسی جگہ ملے گی۔ واپس جا کر غور سے دیکھنا تو کتاب عین اسی جگہ پڑی ہوتی تھی۔

مجھے ایک لمبا عرصہ آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ شادی ہوتے ہی گھر کے کاموں کے علاوہ حضورؓ نے اپنے علمی کاموں کے کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی خدمت لینی شروع کر دی۔ تفسیر کبیر کی جب پہلی جلد شائع ہوئی یعنی سورہ یونس سے بنی اسرائیل تک تو جہاں تک مجھے یاد ہے۔ شروع کی تمام سورتوں کا حضورؓ نے درس دیا تھا۔ وہ نوٹ مکرمی مولوی نورالحق صاحب اور مکرمی مولوی یعقوب صاحب مرحوم صاف کر کے حضور کے سامنے پیش کرتے حضور ان کو پڑھتے۔ اصلاح فرماتے۔ کہیں تسلی نہ ہوتی تو اصل کتاب نکلوا کر حوالہ بھی دیکھتے یا لغوی تحقیق کرنی ہوتی تو لغت سے الفاظ نکلواتے۔ دن کو تو جب کام کرتے تو مولوی نورالحق صاحب اور مکرمی یعقوب صاحب وغیرہ کو بلوا لیتے اور کام ہوتا رہتا سورۂ کہف اور بنی اسرائیل جہاں تک مجھے یاد ہے ساری خود لکھکر دی تھی۔ بعض دفعہ صبح اذان ہو جاتی اور حضور لکھ رہے ہوتے تھے۔ لغت سے الفاظ کے معنے نکلواتے۔ بائبل سے حوالے نکالنے کلید القرآن کے ذریعہ آیات نکلوانی۔ یہ سب کچھ کرواتے رہتے۔

جب تفسیر صغیر کا ترجمہ لکھوایا ہے تو بہت سے سیپاروں کا ترجمہ آپ نے مجھے املا کروایا۔ املا کروا کے مولوی یعقوب صاحب کو لکھانا شروع کر دیتے تھے۔

حکیم سید عبدالہادی بہاری

"آج کل"

بدلا ہوا سا رنگِ گلستاں ہے آجکل
ہر پھول نوکِ خار سے لرزاں ہے آجکل

اک جوش ہے ضلالت و عصیاں کے بحر میں
ہر سمت ظلم و جور کا طوفاں ہے آجکل

ہر شاخِ گل جھلس گئی بادِ سموم سے
ہر نخلِ گلستاں کا پریشاں ہے آجکل

بادِ سموم سے ہوا مسموم گلستاں
ہر پھول نوکِ خارِ مغیلاں ہے آجکل

شاخیں شکستہ پھول فسردہ کلی اداس
پھر بھی اسی کا نام گلستاں ہے آجکل

اے ساکنانِ پاک تمہارے دلوں کا درد
اب بیکسوں کے درد کا درماں ہے آجکل

جس فطرتِ قدیم سے ہم روشناس تھے
بدلی ہوئی وہ فطرتِ انساں ہے آجکل

مغرب پرست کیوں نہ ہو مشرق کے نوجواں
تہذیبِ نو کا حسن فراواں ہے آجکل

شرم و حیا کے بدلے حیاسوزی ہر جگہ
ہادیؔ اسی کا عکس نمایاں ہے آجکل

عہد مصلح موعودؓ کی ایک یادگاری تحریر

کامیاب زندگی کا تصوّر

ماہ صلح ۱۳۳۵ ہش (مطابق ۱۹۵۶ء) کا واقعہ ہے کہ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی خدمت میں بیگم شمیم یونس کی طرف سے حسب ذیل مکتوب موصول ہوا۔

"محترم مرزا بشیرالدین محمود صاحب! السلام علیکم - میرا نام شمیم دل ہے - مَیں پنجاب یونیورسٹی کی ایم - اے سوشیالوجی کلاس کی سٹوڈنٹ ہوں ۲۵ر دسمبر ۵۵ء قائداعظم کا جنم دن تھا - اس مبارک موقعہ پر میں نے ایک کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا تھا - جس میں پاکستان کی بیس نمائندہ اور ممتاز شخصیتوں کے فلسفہ زندگی کے متعلق ان کے لکھے ہوئے مضامین شامل ہوں گے ، . . . . . یہ کتاب تمام پاکستانیوں بالخصوص طلبا کے لئے صحیح قسم کی رہبری کا کام دے سکتی ہے اس لئے شخصیتوں کے چناؤ میں احتیاط کے علاوہ ان سے بہترین مضامین حاصل کرنے کے سلسلے میں محنت کر رہی ہوں - بفضل تعالےٰ آپ کی زندگی قابلِ فخر حد تک کامیاب ہے - اس لئے زندگی پر آپ کے نظریات نئی نسل کے لئے اہمیت رکھتے ہیں - آپ سے گذارش ہے کہ اپنی زندگی کے واقعات اور تجربات کی روشنی میں کامیاب زندگی کے اپنے تصور کے متعلق ایک مضمون مکمل فرما کر یکم فروری تک درج ذیل ایڈریس پر روانہ فرمائیں۔"

سیدنا المصلح الموعودؓ نے ازراہِ شفقت اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا - مگر اپنی علالت کے پیش نظر اپنے اس ادنیٰ ترین خادم کو ارشاد فرمایا - کہ مَیں حضور کی طرف سے حضور ہی کی تحریرات کی روشنی میں اس موضوع پر ایک مضمون مرتب کر دوں - اس فرمانِ مبارک کی تعمیل میں خاکسار نے جو مسودہ مضمون حضور کے ملاحظہ کے بعد بھجوایا وہ مناسب تلخیص کے بعد مارچ ۱۹۵۶ء میں کتاب "کامیاب زندگی کا تصوّر" کے صفحہ ۸۷ تا ۸۷ پر درج ذیل الفاظ میں چھپا - یہ کتاب لاہور کے مشہور و معروف ادارہ — مکتبہ جدید — نے شائع کی تھی - اور اس کے سرورق پر بطور مؤلف پروفیسر انور دل اور بطور معاون بیگم شمیم یونس کے نام درج تھے اور اس میں سیدنا المصلح الموعودؓ کی عظیم مقدس شخصیت کے علاوہ جن مشاہیر کے مضامین شاملِ اشاعت کئے گئے ان میں حضرت

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں جج بین الاقوامی عدالت ہیگ۔ ڈاکٹر عبد السلام سائنسی مشیر صدر پاکستان و پروفیسر امپیریل کالج لندن، مولانا عبد المجید سالک مدیر "انقلاب"۔ میجر جنرل اکبر خاں، مولانا سید محمد سلیمان ندوی، اور جناب نسیم حجازی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ملک کے مشہور ادیب جناب قدرت اللہ شہاب کے الفاظ میں سیدنا المصلح الموعودؓ کے افکار و خیالات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ "جناب مرزا بشیر الدین محمود صاحب اسلام کی روشنی میں بات کرتے ہیں اور تقویٰ اور توکل پر زور دیتے ہیں۔" (دیباچہ کتاب صفحہ ۱۸) بہر کیف مضمون کا مکمل متن پیش خدمت ہے۔ والسلام دوست محمد شاہد]

ابنائے عصر، جو یہ تنظر رکھتے ہیں۔ کہ سائنس اور تہذیب کی موجودہ روشنی میں مذہب کی قندیل فروزاں نہیں رہ سکتی۔ اس امر کو قدامت پرستی پر محمول کریں گے مگر حقیقت یہی ہے کہ زندگی کی روح چونکہ خالق کائنات کے دست قدرت کا نتیجہ ہے اس لئے زندگی کی پُر پیچ وادیوں میں انفرادی، اجتماعی، اخلاقی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی ذمہ داریوں سے حقیقی معنوں میں عہدہ برآ ہونا خدا تعالیٰ کی توفیق، راہنمائی اور اسی کی پیدا کردہ ذرائع سے ممکن ہے۔ اس لئے تنہا دینی اعتبار ہی سے نہیں عقلی، طبعی اور اخلاقی لحاظ سے بھی کامیاب زندگی فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی عزت اور اس کی محبت کو دلوں میں قائم کیا جائے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے رسولؐ کی دعائیں ہمارے ساتھ ہوں۔

ظاہر ہے ظفر مندی اور کامرانی کی اس معراج تک پہنچنے کے لئے انسان کو ایک ان تھک مسلسل اور پیہم جہاد کی ضرورت ہے جو اس کی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہو اور آخری سانس تک جاری رہے کہ قدرت کے خزانوں میں کمی نہیں اور ہر فرد بشر کے لئے ترقی کی غیر محدود راہیں کھلی ہیں۔

انفرادی حیثیت سے منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے گو ہر شخص کو ایک نئے ماحول اور نئے خیالات سے گذرنا پڑتا ہے۔ لیکن کاروانِ انسانیت کے لئے جو باتیں مشترک طور پر خضرِ راہ ثابت ہوتی ہیں وہ بنیادی طور پر چار ہیں:۔

شمعِ ایمان۔ عملِ صالح۔ اشاعتِ حق صبر و استقلال کی فولادی قوت

دنیا میں اکثر چھوٹی نظر آنے والی چیزیں ہی بہت بڑے انقلابات کا موجب بنتی ہیں۔ یہی صورت ان امور کی ہے۔ بظاہر یہ چند معمولی امور ہیں۔ مگر زمانے کی ابدی شہادت ہے کہ جس قوم یا فرد کو یہ خصوصیتیں حاصل ہو جائیں اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے نہیں ہٹتا۔

ایمان یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ پر زندہ یقین حاصل ہو۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے اس لئے اس نے فطرت کے صحیح تقاضوں کو پورا کرنے کا مکمل سامان کیا ہے۔ اس کے یہاں ترقی اور کامیابی کی سند یہ ہے کہ انسان، دست بکار و دل بیار کا مصداق بن کر اپنی ہر حرکت و سکون میں الٰہی رضا اور

خوشنودی مدنظر رکھے۔ یہاں تک کہ وہ ذاتِ حق سے
اتنا گہرا تعلق اور رابطہ قائم کرے کہ اس کی غیرت
انسان کا نقشِ ہستی سے محو ہو جانا کبھی گوارا نہ کرے۔
دنیائے روحانیت میں یہی مقام تقویٰ سے تعبیر پاتا
ہے۔ تقویٰ ایک ایسی چیز ہے۔ جس سے خدا اور بندہ
آپس میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ پس کامیابی کے لئے
سب سے پہلی چیز تقویٰ ہے، اس سے زیادہ کارگر
ہتھیار اور کوئی نہیں۔

دوسری چیز کامیابی کے لئے تقویٰ کا دوام
ہے اگر تمہارے اندر تقویٰ ہے اور تمہاری اولاد
کے اندر نہیں۔ تو یہ ایک ایسا درخت ہے جو سوکھ
جائے گا۔ اور باغ میں وہی درخت لگایا جاتا ہے۔
جس سے امید ہو کہ وہ لمبے عرصے تک پھل دے گا۔
پس جس نخل کو تم نے سالہا سال کے مصائب اور اپنے
خون سے سینچ کر پالا ہے۔ وہ اگر آپ ہی سوکھ جائے
تو کس قدر افسوس کی بات ہوگی اس لئے یہ چیز نہایت
ضروری ہے کہ تم اپنی اولادوں میں تقویٰ پیدا
کرو۔ اور اگر یہ سلسلہ جاری ہو جائے تو تم کو کون مٹا
سکتا ہے؟ تم سدا بہار درخت ہو جاؤ گے جس پر کبھی
خزاں نہیں آتی۔

تقویٰ کی بڑی علامت یہ ہے کہ انسان اپنے
ہر معاملے میں خدا تعالیٰ پر کامل توکل رکھے۔ بہت لوگ
یہاں آکر ناکام ہو جاتے ہیں۔ بلکہ کثرت سے اس طرح
ناکام ہوتے ہیں کہ انہیں خدا تعالیٰ پر یقین اور اعتماد
نہیں ہوتا۔ کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔ اور ہم ناکام نہیں
رہیں گے۔ اس یقین اور ایمان کی کمی انسان کو نکما کر کے
رکھ دیتی ہے۔ اس کے برعکس بعض لوگ اَن پڑھ
اور جاہل ہوتے ہیں مگر ان کے اندر ایسا یقین اور
ایمان ہوتا ہے جو خدا کی محبت کو کھینچ لیتا ہے اور
ان کے اندر ایک ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے
کہ جو بات کرتے ہیں دوسرا خواہ مخواہ یہ سمجھنے پر مجبور
ہو جاتا ہے کہ یہ سچا ہے۔ ایک اور انسان جس کے
اندر یہ یقین اور ایمان نہیں ہوتا۔ دلائل دے دیکر
تھک جاتا ہے۔ مگر دوسرا یہی سمجھتا ہے کہ یہ محض
باتیں ہیں حقیقت کچھ نہیں۔ توکّل کا یہ مقام دُعا
سے پیدا ہوتا ہے۔ اور دعا ایک ایسی طاقت ور
چیز ہے کہ دنیا میں اور کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں
کر سکتی۔

ہمارے لئے کامیابی کا راستہ یہی ہے کہ ہم
اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑ کر اس کے پاس بیٹھ جائیں
اور اسے کہیں کہ ہم نے جو کچھ لینا ہے تجھی سے لینا
ہے۔ اگر ہم یہ طریقہ اختیار کر لیں۔ تو ہماری کامیابی
میں کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ دنیا میں کوئی تغیر آئے خواہ
کتنے بڑے مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، اگر ہم اس
راستہ پر چلتے چلے جائیں۔ تو ہماری کامیابی قطعی
اور یقینی ہوگی۔

بہت لوگ ہیں جو رسمی دعائیں کرتے ہیں جو ملیگا
اُسے کہہ دیں گے۔ دعا کرنا۔ مگر دعا کو معمولی چیز نہ سمجھو
بلکہ یقین رکھو کہ جب ہمارے دل سے نکلے گی تو زمین
و آسمان کو ہلا دے گی۔ جب تک یہ یقین نہ ہو، دُعا

دُعا نہیں۔ دعا محض منہ کے الفاظ یا دماغ کے خیالات نہیں۔ بلکہ ایسی چیز ہے جس کے پیچھے یقین اور ایمان کے پہاڑ ہیں۔ بچہ ماں سے سوال کرتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ ضرور پورا کردے گی۔ اور نہ بھی مانے گی تو مَیں منوا کر چھوڑوں گا۔ اسی طرح وہ دعا قبول ہوتی ہے جس کے متعلق بندہ یقین رکھے۔ کہ یہ ضرور سُنی جائیگی اور مَیں اسے منوا کر رہوں گا۔

اسلام نے دعا کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا۔ نیز اس کی متعدد صورتیں بھی بتائی ہیں، جو اپنے اپنے دائرے میں ضروری ہیں۔ لیکن پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو اس کی ترقی کی رفتار پر اثر انداز ہوتی ہیں لہٰذا اسے روزانہ پانچ مرتبہ آستانۂ الوہیت پر جھک کر نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ساتھ ہی ساتھ اس کا ازالہ ہوتا جائے۔

ایمان کے بعد کامیابی کا دوسرا زینہ عمل ہے

ایمان جس کے ساتھ ہو قوتِ عمل
کشتی ہے جس کے ساتھ کوئی بادباں نہ ہو

مگر قرآنی نظریہ کے مطابق محض عمل کوئی چیز نہیں جب تک وہ "عمل صالح" کا رنگ نہ رکھتا ہو۔ یعنی جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے پیشِ نظر اختیار کیا جائے اور انسان کی روحانی یا جسمانی ضرورت کے مطابق ہو

عمل صالح کسی مخصوص عمل کا نام نہیں بلکہ ہر ایسا عمل جو انسان کی روحانی یا جسمانی ضرورت کے مطابق ہو۔ اس کو عمل صالح کہا جاتا ہے۔ یہ قرآن کریم کی ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ اس نے ایک ایسی اصطلاح رکھی ہے جو اپنی ذات میں کامل ہے اور جس میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ کسی عمل کو تم اچھا کہہ سکتے ہو اور کسی کو بُرا۔ باقی مذاہب بنی نوعِ انسان کو صرف اتنی تعلیم دیتے ہیں کہ تم اچھے اعمال بجا لاؤ۔ لیکن یہ نہیں بتاتے کہ اچھے عمل کی تعریف کیا ہے؟ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اچھے اعمال بتاؤ تو وہ فوراً کہہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اچھا عمل ہے، صدقہ، خیرات دینا اچھا عمل ہے، حالانکہ یہ جواب مکمل نہیں۔ اسلام صرف نماز کو عمل صالح قرار نہیں دیتا۱۴۴ بلکہ اسلام کے نزدیک عمل صالح وہ عمل ہے۔ جو مناسب حال ہو اور انسان کی روحانی اور جسمانی ضروریات کے مطابق ہو۔ مثلاً روزہ رکھنا کتنی بڑی نیکی ہے۔ مگر روزہ رکھنا کبھی اچھا ہوتا ہے، کبھی بُرا۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص عید کے دن روزہ رکھتا ہے وہ شیطان ہے۔ اگر روزہ رکھنا ہر حالت میں عمل صالح ہوتا تو رسول کریمؐ یہ کیوں فرماتے۔ کہ عید کے دن روزہ رکھنے والا شیطان ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ اپنی ذات میں اچھا نہیں بلکہ اس وقت اچھا ہے جب خدا تعالیٰ کا حکم اس کے متعلق موجود ہو۔ اسی طرح نماز بڑی اچھی چیز ہے مگر اتنی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا نبی دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو۔ دشمن اپنے پورے زور سے حملہ کر رہا ہو۔

۱۴۴ اسلام صرف روزہ، صدقہ، خیرات کو عمل صالح قرار نہیں دیتا۔

اور وہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے دشمن کے دفاع میں مشغول ہوں اور ایسی حالت میں اگر کوئی شخص میدانِ جہاد چھوڑ کر ایک طرف مصلّٰے بچھا کر نماز شروع کر دے تو ہر شخص اسے دیکھ کر کہے گا کہ وہ شیطان ہے اس وقت یہ نہیں کہا جائے گا۔ کہ یہ شخص کتنا نیک ہے کہ مصلّٰے بچھا کر اللہ تعالےٰ کی عبادت کر رہا ہے۔ اور اس سے رو رو کر دعائیں کر رہا ہے بلکہ جو شخص بھی اُسے دیکھے گا منافق اور غدار قرار دے گا۔ غرض عمل صالح کے معنے ایسے عمل کے ہوتے ہیں جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہو۔

یورپ کے لوگ اس بات پر بڑا فخر کیا کرتے ہیں۔ کہ نظریہ اضافیت آئن سٹائن نے ایجاد کیا ہے۔ دراصل یہ وہ نظریہ ہے جو آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں ہر جگہ عمل صالح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنی نظریہ اضافیت کے ہی ہیں یعنی کام اپنی ذات کے لحاظ سے نہیں بلکہ اضافی لحاظ سے اچھے قرار پاتے ہیں۔

عمل صالح کو نتیجہ خیز صورت دینے کے لئے چار مراحل ہیں سے گزرنا ضروری ہے پہلا مرحلہ یہ ہے۔ کہ انسان ہیں اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں بشاشت قلبی اور نشاط روح کی مسرت افزا لہریں موجزن ہوں دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ عقل و فکر کی تمام تر صلاحیتیں علم کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہونے کے لئے وقف کر دے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ابتداً میں تو وہ آفاق میں گم تھا۔

مگر بالآخر آفاق اس میں گم ہو جائیں گے۔ اس ضمن میں میری چند ہدایات یہ ہیں:۔

وقت نہایت قیمتی چیز ہے۔ جو وقت کو استعمال کرے گا۔ وہ جیتے گا۔ اور جو ضائع کرے گا وہ ہاریگا۔

ماضی کے بجائے مستقبل کو اپنے سامنے رکھو اور سوچتے رہو کہ تم نے اپنے فرائض کو کس طرح ادا کرنا ہے۔

تدبیر سے کام لو مگر تقدیر پر نظر رکھو۔

ہمیشہ اپنے کاموں میں محبت اور عقل کا توازن رکھو۔ توازن قائم نہ رکھنے کی صورت میں تم یا تو وہم میں مبتلا ہو جاؤ گے یا حماقت میں۔

انسانی ترقی کا اصلی گُر یہ ہے کہ جو چیز اسے اچھی نظر آئے۔ اسے مضبوطی سے پکڑے۔

ذہانت، تکرار اور تدبیر ہی وہ حقیقی دولت ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے انسان کو عطا کی ہے۔ اگر تم اس سے فائدہ اٹھاؤ تو تمہیں اتنا کچھ مل جائے گا۔ کہ خدا تعالےٰ سے اور مانگتے ہوئے شرم آئے گی۔

تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ نصب العین نہایت بلند ہو اور زندگی کے میدان میں وہ مسابقت کی روح کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھتا جائے۔ کیونکہ دنیا کے نشیب و فراز قدرت کے اشارے ہیں کہ بڑھتے اور ترقی کرتے چلے جاؤ۔ یوں تو زمانہ ہمیشہ ہی برق رفتار رہا ہے مگر اب تو ہم ایک ایسے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ جو نہایت نازک ہے۔ یہاں تو زندگی کے وسیع و عریض میدان میں قوموں اور ملکوں کی زبردست

رسہ کشی جاری ہے۔ جب تک کوئی فرد اس میں آگے نکل جانے کا عہد لے کر جان کی بازی نہ لگا دے اسے زندہ رہنے کی توفیق بھی نہیں مل سکے گی۔

چوتھا اور آخری مرحلہ یہ ہے کہ ہم کام کے لئے اُن جائز اور صحیح ذرائع کو بروئے کار لایا جائے۔ جو خدا تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔

دنیا میں اکثر ناکامیاں اور بہت سی نامرادیاں اس وجہ سے نہیں ہوتیں کہ لوگ اپنے مقصد اور مدعا کو حاصل کرنے کی کوشش اور سعی نہیں کرتے، بلکہ اس لئے ہوتی ہیں کہ اکثر لوگ ان طریقوں اور اسباب سے واقف نہیں ہوتے جن کے ذریعہ اس کام میں جس کے پیچھے وہ لگتے ہیں، کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، پس چونکہ وہ ان قواعد سے واقف نہیں ہوتے جن کے نتیجہ میں کامیابی ہوتی ہے اور وہ ان اسباب سے آگاہ نہیں ہوتے جن کے مہیا کرنے سے مراد کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی کوشش اور سعی بے سود رہتی ہے۔

میرا ابتداء ہی سے یہ قطعی مسلک رہا ہے کہ ہر مذہبی یا سیاسی یا اخلاقی تحریک کی کامیابی کے لئے پُرامن اور آئینی ذرائع موجود ہیں اس لئے اسلام کسی صورت میں بھی فساد یا بغاوت کی اجازت نہیں دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک راستہ مقرر فرما دیا ہے اور باقی راستوں سے روک دیا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس راستہ پر گامزن ہوں۔ جس پر چلنے کی اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے اگر اس طریق پر عمل پیرا ہونے سے حصولِ مقصد میں کوئی کمی رہ جائے گی۔ تو اس کمی کو پورا کرنے کے سامان اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف سے پیدا کر دے گا۔

عملِ صالح کے بعد کامیابی کا اہم ذریعہ اور گُر حق و صداقت کی اشاعت ہے۔ اس زمانہ میں اسلام کی فتح اور مسلمانوں کا غلبہ محض تبلیغ سے وابستہ ہے۔ تبلیغ و اشاعتِ اسلام دھواں دھار تقاریر یا ضخیم تصانیف یا مناظرہ بازی سے تعبیر نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے اور پھر اپنے قول و عمل سے دُنیا کو دعوتِ حق دینے کا نام ہے۔ معرکۂ حق و باطل کو فیصلہ کن شکل دینے اور عروج و ارتقاء کی سربفلک چوٹیوں پر فتح و ظفر کا پرچم لہرانے کے لئے صبر و استقلال کی فولادی قوت درکار ہوتی ہے۔

یہ ہیں وہ چار اصولی ذرائع جن سے سفینۂ حیات نہایت کامیابی کے ساتھ ساحلِ مراد تک جا پہنچتا ہے دین و دنیا میں سرفرازی اور سربلندی کا سب راز انہی میں ہے اور کامیاب زندگی صرف اسی نہج پر ممکن ہے۔

ربوہ

فروری ۱۹۵۸ء

یہ مضمون ان اقتباسات سے مرتب کیا گیا ہے جو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی زیر ہدایت دوست محمد شاہد صاحب نے ...ارسال فرمائے ہیں۔ (ادارہ)

بیادگار

حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ

سلسلہ کے جلیل القدر خادم اور بے نفس مبلغ، حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ۸؍ جنوری ۱۹۶۹ء کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن!

حضرت حافظ صاحبؓ کی وفات سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے۔ وہ ہم سب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ اللہ تعالٰے مرحوم کو اعلیٰ عِلّیین میں جگہ دے۔ اور ہمیں یہ توفیق ارزانی فرمائے۔ کہ ہم اس خلا کو پُر کرنے والے ثابت ہوں۔

"خالد" کا یہ حصہ حضرت حافظ صاحبؓ کے ذکرِ خیر کے لئے وقف ہے۔

(ادارہ)

مکرم سید محمد ہاشم بخاری

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۸۵۲ء کے لگ بھگ محلہ ترین بہادر گنج شاہجہانپور میں حضرت حافظ سید علی میاں صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ سات بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں۔ بڑی بہن جو خاکسار کی والدہ تھیں۔ احمدی تھیں چھوٹی بہن غیر احمدیوں میں تھیں۔ مگر وفات کے وقت وہ احمدیت قبول کر چکی تھیں۔ تین بھائی تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ چار جوان ہوئے جن میں حضرت حافظ صاحبؓ بڑے تھے۔ دوسرے نمبر پر سید انوار احمد صاحب تھے جو روضہ شوگر فیکٹری میں سپرنٹنڈنٹ تھے تیسرے نمبر پر مولوی نور احمد صاحب فائز ہیں۔ جو اب بھی باسم ضلع اکولہ (برار) میں موجود ہیں۔ غیر احمدی ہیں اور طبیب ہیں۔ سب سے چھوٹے بھائی کا نام سید احمد تھا جو یکم اپریل ۱۹۶۶ء کو اکولہ ضلع برار میں فوت ہو گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب ۸ جنوری ۱۹۶۹ء کو مغرب کی اذان کے بعد فوت ہو گئے۔

مرحوم قادر الکلام شاعر اور بڑے بلند پایہ ادیب تھے اور سلسلہ اسیر میں حضرت مفتی منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ اور اپنے استاد کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ شاہجہانپور میں حضرت امیر مینائی مرحوم کے چار شاگرد تھے۔ ریاض الرضا خاں فروغ۔ حکیم ضمیر حسن خاں دلؔ اور حافظ فضل احمد صاحب نعت خواں۔ چوتھے نمبر پر حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ تھے مگر سب سے فوقیت لے گئے تھے۔ حافظ صاحب نے قبولِ احمدیت کے بعد سے اپنی زندگی تبلیغ احمدیت کے لئے وقف کر دی۔ ۱۸۹۵ء سے لے کر اپنی وفات سے ایک دن پہلے تک یہ سلسلہ تبلیغ جاری رہا۔ تبلیغ ان کی روح کی غذا تھی۔ اور اسی میں ان کی راحت تھی۔ کیسے ہی بیمار ہوں تھکے ہوئے ہوں مگر جس وقت تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ تو آواز میں شوکت اور رعب پیدا ہو جاتا۔ اور پھر آواز بلند سے بلند تر ہوتی چلی جاتی۔ وقت اپنی پرواز سے اڑا چلا جاتا۔ اور یہ نحیف و نزار اللہ کا بندہ عشقِ مسیح پاک میں مدہوش دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا۔ حوالہ جات اور کتابوں کی بھرمار ہو جاتی۔ کتابیں طالبین حق کے

ہاتھوں میں تھما دی جاتیں اور حوالے خود پڑھنا شروع کر دیتا اور جب تک بات ذہن نشین نہ کرا لیتا بس نہ کرتا۔ اس میں چھوٹے۔ بڑے پڑھے لکھے اور ان پڑھ کی تمیز اور قید نہ تھی۔

آپ لوگوں سے مل کر بےحد خوش ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہم نے چند ملنے والوں کو یہ کہکر واپس کر دیا کہ آرام کر رہے ہیں۔ جس پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میرے آرام سے ان لوگوں کا مجھے ملنا زیادہ ضروری تھا۔ مرحوم محبت کا ایک بحرِ بیکراں تھے بہت دعاگو انسان تھے۔ لوگ بھی یہ جانتے تھے کہ ضرور ہمیں دعاؤں سے نوازیں گے۔ اس لئے اپنی تکالیف بےحجابانہ لکھدیتے۔ اور قبولیت دُعا کے زندہ نشان دیکھتے۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے۔ کہ میرا بھی عجیب معاملہ ہے۔ اللہ تعالٰے مجھ سے زیادہ میری حاجات کا خیال رکھتا ہے۔ اور نصرت فرماتا ہے پھر فرمایا کہ آج میرا دل کڑھی کھانے کو چاہتا ہے میں بازار سے جا کر دہی لایا تو مجھے بلایا جب میں حاضر ہؤا تو ایک ڈھکے ہوئے برتن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ دیکھو کیا ہے میں نے دیکھ کر عرض کیا۔ کہ کڑھی ہے۔ فرمایا ابھی حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث کے ہاں سے آئی ہے۔

ایک دفعہ ایک طالب علم جو تعلیم الاسلام کالج کے غیر احمدی طلبہ کے امام الصلوٰۃ تھے۔ ملنے آئے۔ آپ نے ان کو تبلیغ کی اور فرمایا کہ مجھے آپکے ماتھے پر احمدی لکھا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ صاحب مرحوم کی تحریک پر الشرکۃ الاسلامیہ پہنچے۔ قریباً ۱۵۰/- کی کتب خرید کر مطالعہ شروع کر دیا۔ اور دوبارہ جب وہ حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کتب کا مطالعہ کر چکے تھے۔ انہوں نے نہایت دیانتداری سے اپنے مقتدی طلبہ کو کہدیا کہ اب میں تمہاری امامت کے قابل نہیں رہا۔ تم اپنا امام مقرر کر لو۔ میں تو بیعت کر کے سلسلہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یہ صاحب آجکل ہری پور ضلع ہزارہ میں انجینیئر ہیں اور لال خاں ان کا نام ہے۔

حضرت حافظ صاحبؓ ایک بہت بڑا کتبخانہ رکھتے جس میں ہزارہا کتب مذہب و ادب سے متعلق جمع تھیں۔ میں نے کبھی اپنی عمر میں مرحوم کو اکیلی چار پائی پر بستر بچھا کر استراحت کرتے نہیں دیکھا ہر وقت ان کی چار پائی کا بیشتر حصہ متلاشیانِ حق کی خدمت کے لئے کتابوں سے بھرا رہتا اور وہ ہر حاجتمند کو اس کی ضرورت کا مواد نکال کر دکھاتے اور جب کوئی سعید روح ان کی وساطت سے یا از خود بھی بیعت کر کے انہیں اپنی بیعت کا حال سناتی تو وجد میں آجاتے اور بےحد مسرت اور شادمانی محسوس کرتے۔

جانے والا پچھتر برس تک مسلسل عشقِ محمد و مسیح پاک کی مے کے جام لنڈھاتا رہا۔ اور حق کے متلاشی پروانے ٹوٹ پڑتے رہے محبت کی شمع جلتی رہی۔ اللہ تعالٰے نے اپنے بندے کی مساعی کو شرف قبول بخشا اور بارگاہ ایزدی سے پروانہ

جاری ہوا۔ "فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ" کا مصداق بن۔ آجا اور ابدی سکون سے ہمکنار ہو۔

اس خلا سے جو جانے والے نے پیدا کیا ہے ہماری ذمہ واری بہت بڑھ گئی ہے۔ ہمیں ایک حافظ مختار احمد کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں سینکڑوں مختار احمد کی ضرورت ہے۔ اور قوم کے ہر فرد کو اسی لگن اور جوش سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جانے والا گیا اور ہم پر ذمہ داری کے گٹھڑ لاد گیا۔ جن کا اٹھانا اب ہمارا فرض ہے۔ جانے والا گیا اور بلانے والے نے اس کو بلا لیا۔ ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ ع
"بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر"

اپنی کیفیت ان دو چار اشعار میں پیش کرتا ہوں:-

چو رسی اے قاصدِ بادِ صبا
در حضورِ حضرتِ جانانِ ما
آستاں بوس و بزاری عرض کن
کاے جمالت دردمنداں را دوا
بے رخِ جاں بخش تو زاریم و زار
تیرِ غم کردہ مشبک سینہ را

اے جانے والے جا! خدا کی ابدی راحت میں سکون کی زندگی بسر کر۔ تو نے بہت محنت کی ہے۔ اور اب اس محنت کا مزہ لے۔

راناؔ منیر احمد بدرؔ۔ ربوہ

حضرت سید حافظ مختار احمد شاہجہانپوریؓ

بھلا کس کی بنی ہے یہ حیاتِ آنی و جانی
سوائے قادرِ مطلق کے ہر شے ہے یہاں فانی

بہت رو رو دعائیں کیں ہو وقت دید طولانی
مگر ہرگز نہ ہم سے ٹل سکی تقدیرِ یزدانی

کہاں ممکن کہ تیری خوبیاں میں گن سکوں پیارے
سخن بینی، سخن فہمی، سخن گوئی میں لاثانی

قلم میں کس کے ہو تیرے قلم کا دلنشیں جادو
زباں میں کس کے ہو تاثیر کی اتنی فراوانی

ترا طرزِ تکلم جس سے محفل جھوم اٹھتی تھی
تمہارے سامنے کس کو تھا دعوائے سخن دانی

محبت نام ہے جس کا وہ چہرے سے ہویدا تھی
فقیری تھا چلن تیرا مگر شوکت سلیمانی

بدرؔ مختار احمد کی جو شاگردی عطا ہوتی
سمو دیتا میں لفظوں میں صدائے دردِ پنہانی

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ۔
صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

"بلا بدّھی ہوئی اے"

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو آپ کا شوقِ تبلیغ تھا۔ تبلیغ آپ کا اوڑھنا بچھونا اور کھانا پینا ہو چکی تھی۔ اور واقعۃً نہ کہ محاورۃً آپ تبلیغ سے قوت پاتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو ایک دوست سے پہلے روز کے ایک واقعہ کے متعلق استفسار فرما رہے تھے۔ چنانچہ میرے حاضر ہونے پر مجھے بھی اس گفتگو میں شامل فرما لیا۔ واقعہ یہ تھا۔ کہ ایک روز پہلے یہی دوست جن سے حضرت حافظ صاحب کی گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک ہمارے ضلع جھنگ کے بڑے زمیندار کو حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لئے لائے تھے جب پہنچے تو حضرت حافظ صاحب انتہائی ضعف کے نتیجہ میں لب ہلانے میں بھی دقّت محسوس کرتے تھے لیکن جب معلوم ہوا کہ ان کو لانے کا مقصد تبلیغ ہے تو رفتہ رفتہ کوشش کر کے بعض مسائل پر کچھ کہنا شروع کیا جوں جوں وقت گذرتا گیا حضرت حافظ صاحب کی توانائی بڑھتی گئی۔ یہانتک کہ خدا کے فضل سے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مختلف کتابیں نکلوا کر اصل حوالہ جات بھی دکھانا شروع کئے اور تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے تک ان سے ہر مسئلے پر سیر حاصل بحث کی اس گفتگو کے بعد جب وہ دوست باہر تشریف لیجا رہے تھے تو دروازہ میں اپنے میں اونچی آواز میں کہا کہ "بلا بدّھی ہوئی اے" جسے حضرت حافظ صاحب نے بھی سُن لیا۔ چنانچہ میرے پہنچنے پر حضرت حافظ صاحب اسی بارہ میں استفسار فرما رہے تھے کہ اس نے مجھے "بلا" کیوں کہا۔ میں نے تو ایسی بات نہیں کی۔ نیز فرمایا کہ "بدّھی" کا مطلب مجھے سمجھ نہیں آیا۔ چنانچہ اس پر خاکسار نے عرض کیا۔ کہ اس سے بہتر الفاظ میں پنجابی زبان میں وہ آپ کو خراجِ تحسین پیش نہیں کر سکتا تھا۔ صرف بلا کہنے پر بھی اس نے اکتفا نہیں کی۔ بلکہ "بلا بدّھی" کہکر بلاغت کی انتہا کر دی۔ کہ یہ کوئی انسان نہیں بلکہ بلا باندھی ہوئی ہے۔ جس کے ساتھ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

اس قسم کے بے شمار واقعات دوستوں کے علم میں ہوں گے۔ کہ حضرت حافظ صاحب نے نہایت نقاہت وضعف کی حالت میں کسی تبلیغی موضوع پر گفتگو شروع فرمائی۔ رفتہ رفتہ اس موضوع کی لذّت سے توانائی حاصل کرتے ہوئے ایسے صحت مند نظر آنے لگے گویا کبھی بیمار ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو غریقِ رحمت فرمائے۔ اور اعلیٰ علّیین میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قدموں میں جگہ دے ❊

پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پرویز پرواز ؔ
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی تعلیم الاسلام کالج ربوہ

"وہ شخص دھوپ میں دیکھو تو چھاؤں جیسا تھا"

حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری کا تذکرۂ خیر

حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری بھی ہم سے جدا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت حافظ صاحبؓ کے وصال کی خبر سنتے ہی مجھے ان کے وہ تین اشعار یاد آئے جو انہوں نے اپنے بعض دیرینہ ساتھیوں کے وصال پر کہے تھے۔

بیڑیاں توڑ کے چلتے ہوئے یارانِ کہن
اب اسی دھن میں قریب درِ زنداں ہوں میں

اب گیا۔ آج گیا۔ صبح گیا۔ شام گیا
یونہی اب چند گھڑی صورتِ مہماں ہوں میں

لڑکھڑاتی ہوئی شمعِ درِ ایوانِ حیات
یا لرزتا ہوا اشکِ سرِ مژگاں ہوں میں

سو یہ اشکِ سرِ مژگاں بھی مٹی میں جذب ہو چکا۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

حضرت حافظ صاحبؓ نے اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے بڑی لمبی عمر پائی اور کم و بیش ایک صدی تک اس دنیائے رنگ و بو میں قیام پذیر رہے لیکن کبھی کسی دنیاوی آلائش سے اپنے آپ کو آلودہ نہیں کیا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

وصال سے کچھ روز پیشتر جب میں حاضر ہوا تو چہرہ متورم تھا اور جسم مضمحل لیکن آواز میں وہی طنطنہ اور شکوہ تھا۔ جو اُن کے اندازِ بیان کا طرۂ اختصاص رہا۔ بار بار یہ بات کہی کہ میں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے لمبی عمر پائی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات سے تمتع حاصل کیا۔ اب چل چلاؤ ہے۔ میرے رفقائے کار مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن، مکرم پروفیسر محمد علی اور مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خاں، کا نام لیا۔ اور فرمایا۔ کہ ان سے کہو مجھ سے مل جائیں۔ میں جانتے جانتے ان کو دیکھتا تو جاؤں! خاص طور سے اخویم مکرم پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب کے متعلق کہا۔ کہ ہمارے خان بھائی کے بیٹے سے کہنا کہ وہ ضرور آئیں"۔ اس ایک فقرہ سے ان کی اس بے پناہ محبت کا

اظہار ہوتا ہے۔ جو انہیں اپنے پرانے رفقا کی اولاد اور اولادِ در اولاد سے بھی (مکرم پروفیسر حبیب اللہ خانصاحب حضرت خانصاحب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر کے فرزند ہیں)

۱۹۶۴ء میں میں شادی سے کچھ دیر بعد اپنی بیوی کو، جو محترم مولٰنا محمد احمد صاحب جلیل کی صاحبزادی اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوریؓ کی پوتی ہیں، لے کر حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیر تک حضرت مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوریؓ کا ذکر فرماتے رہے اور ان کے تبحّر علمی کے بارہ میں رطب اللسان رہے۔ بار بار تاکید کی کہ "خود بھی آتے رہو اور انہیں بھی لایا کرو۔ کیونکہ تم مجھے اور وجہ سے عزیز ہو۔ اور یہ مجھے مولٰنا حلالپوریؓ کی نسبت سے عزیز ہیں"۔

حضرت حافظ صاحب کی زندگی کا جو رنگ ہم نے دیکھا یہی دیکھا کہ بستر پہ پڑے ہیں۔ ملاقاتیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ ہر ایک سے محبت بھری گفتگو ہو رہی ہے۔ حقیر کو یہ شرف حاصل رہا۔ کہ جب بھی حاضر ہوا۔ خاص طور سے توجہ فرماتے رہے۔ اور اکثر گفتگو کا رُخ ادب کی طرف موڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے علم کلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے رہے۔ شاعری سے شغف تھا حضرت منشی امیر احمد امیر مینائی کے زمرۂ تلامذہ میں تھے لیکن شرف اندوزِ احمدیت ہونے کے بعد شاعری کا رنگ بھی بدل گیا۔ نہایت زود گو اور پُر گو تھے قادر الکلامی کا یہ عالم تھا کہ بارہ بارہ سو اشعار کی غزل کہہ جاتے تھے۔ لیکن پاکیزہ اور ابتذال سے مبرّا۔ زبان کا ذوق انتہائی نکھرا ہُوا تھا۔ لفظوں کی روح پہچانتے تھے موجودہ دور کے مسلّم الثبوت اساتذہ کا بھی کلام نگاہوں میں نہیں جچتا تھا یہی فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو زبان کی رُوح سے واقفیت نہیں۔ احمدی شعراء میں سے حضرت بسمل صاحبؓ کے مدّاح تھے۔ حضرت مولوی فضل دین صاحب وکیل کی نثر نویسی کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ مؤرخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا اسلوب بھی انہیں پسند تھا اور اکثر ان کی نسبت تعریفی کلمات میں نے ان سے سُنے ہیں۔

مَیں نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کے سلسلے میں حضرت حافظ صاحب سے زبان و بیان کے سلسلہ میں بہت استفادہ کیا۔ جب بھی اس غرض سے حاضر ہوا حاضر الوقت دوستوں سے معذرت کر کے توجہ فرمائی۔ اور میری مشکلات کو حل کیا۔ مقالہ کے ایک باب میں مَیں نے ان کے حوالہ سے دو روایتیں لکھیں۔ جب مقالہ ٹائپ ہو کر تیار ہو چکا تو یونیورسٹی میں داخل کرنے سے پیشتر میں لے کر حاضر ہوا۔ کہ دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ کامیاب فرمائے۔ دعا بھی فرمائی اور خاص طور سے اس باب کو سُنا اور پسند فرمایا۔

پرانے اساتذہ کا کلام تو گویا ازبر تھا مولوی ظفر علی خاں صاحب نے حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر پر اعتراض کیا تھا جس میں حضورؑ نے "کہ تا" کے الفاظ باندھے ہیں۔ مصرعہ یاد ہے۔ ؎

"اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار"

زلزلوں کی پیشگوئی والی نظم ہے۔ اس اعتراض کو بعض مخالفین نے بعد میں پھر اچھالا تو مجھے یاد ہے کہ اردو اور فارسی کے مسلّم الثبوت اساتذہ کے کم و بیش تین سو اشعار حضرت حافظ صاحب نے بعض اپنی یادداشت سے ایسے لکھوائے جن میں یہ ترکیب باندھی گئی ہے۔ اور اس طرح مخالفین کو مسکت جواب دیا۔ پھر کسی کو ایسا اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

۱۹۵۹ء میں جب میں ایم۔ اے کا طالب علم تھا۔ میں نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی کتاب "کشتی نوح" پر ایک انتقادی تبصرہ لکھا جو وہاں ایک ادبی محفل میں پڑھا گیا اور بعد ازاں الفضل میں شائع ہوا۔ حضرت حافظ صاحب سے ملاقات ہوئی تو فرمایا اگرچہ اصولی طور سے میں اس انتقاد سے متفق نہیں ہوں۔ کیونکہ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسلوب تحریر کا دوسروں کے اسلوب سے موازنہ کرنا سوئے ادب ہے۔ لیکن تم نے مضمون خوب لکھا ہے۔ اپنے خاص انداز میں فرمایا۔ "بھائی ہمیں تو تمہاری زبان پسند آئی۔ اللّٰھم زد فزد۔

اپنے نئے آنیوالے شاگردوں سے، میں التزام سے، کو یہ نصیحت کرتا رہتا تھا۔ کہ اگر زبان کی چاشنی سے آشنا ہونا چاہتے ہو۔ تو حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضری دو۔ چنانچہ الحمد للہ کہ میرے اکثر شاگرد حاضر ہوتے رہتے۔ اور بقدرِ ظرف فیض حاصل کرتے رہے۔ جب بھی کالج کا کوئی طالب علم حاضر ہوتا یہی فرماتے کہ اپنی زبان کو سنوارنے کی کوشش کرو

میرے ایک شاگرد نے اپنی ایک نظم اصلاح کے لئے پیش کی۔ تو فرمایا۔ "میاں وہ جو تمہارا استاد ہے اسے دکھاؤ وہ تمہارے رموز پہچانتا ہے۔" کچھ عرصہ کے بعد میں حاضر ہوا۔ تو متبسم ہو کر فرمایا۔ "کیوں اپنا بوجھ میری طرف منتقل کرتے ہو۔ بچوں کو اصلاح دیا کرو۔ ہم نے اپنا حق تمہیں دیا۔ زمانہ بدل گیا ہے، زبان بدل گئی ہے۔ اب ہم لوگ قصۂ پارینہ ہیں۔ اور کوئی دن کے مہمان۔ سچی بات ہے ہمیں تو آجکل کی زبان ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ لیکن میری یہ بات لکھ رکھو۔ کہ آئندہ وہی زبان، استناد کا مرتبہ حاصل کرے گی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء لکھیں گے اور بولیں گے۔ اس کا مرکز پنجاب ہے۔"

حضرت حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اس قدر خوبصورت زبان بولتے تھے۔ کہ پاس بیٹھئے تو اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔ دور دور سے لوگ ان کی باتیں سننے کو کھنچے چلے آتے تھے۔ تبلیغ کا اپنا ڈھنگ تھا۔ حوالوں کے حوالے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے صفحے کے صفحے ازبر تھے۔ اس قدر صحت کے ساتھ یاد تھے کہ بیٹھے بیٹھے فرماتے تھے۔ "میاں میری بات کی سند چاہتے تھے۔ تو سامنے کی الماری میں کتاب الل کے انبار میں آٹھویں نمبر پہ جو کتاب ہے وہ فلاں ہے اور اس کے فلاں صفحہ کی فلاں سطر پہ یہ حوالہ

موجود ہے"۔ باہر سے جو ادباء و شعراء تشریف
لاتے۔ میں انہیں ملاقات کی غرض سے ضرور لے کر
جاتا۔ آپ اُن کا کلام سنتے اور خاموش رہتے ایک
بار فرمایا "معلوم ہوتا ہے اب زبان کی صحت کو بھی
اللہ تعالیٰ نے احمدیوں سے مختص کر دیا ہے۔ یہ باہر
کے لوگ نام کے اونچے ہیں۔ لیکن زبان انہیں نہیں
آتی۔ احمدیوں کو خاص طور سے اس طرف توجہ کرنا
چاہیئے"۔ ۱۹۶۴ء میں اور پھر ۱۹۶۷ء میں جو اُردو
کانفرنسیں کالج میں ہوئیں۔ ان میں گونہ دلچسپی
لیتے رہے اور اس بات کو پسند فرمایا۔ کہ ربوہ بھی
اب اردو کا مرکز بن رہا ہے۔ اور لوگوں کی دلچسپی
بڑھ رہی ہے۔ ایک بار ایک دوست نے (نام مجھے
بھولتا ہے) عرض کی کہ اردو ہماری قومی زبان ہے
اس لئے ہمیں اس کی طرف توجہ ہونا چاہیئے۔ فرمایا۔
"نہیں اردو ہماری مذہبی زبان ہے۔ اس لئے اس
کو سینے سے لگانے کی ضرورت ہے"۔ ۱۹۶۷ء کی
کانفرنس کے موقعہ پر میں نے یہ قول جلی حروف میں
لکھوا کر سٹیج پہ لٹکا دیا کہ "اردو ہماری قومی زبان
ہی نہیں مذہبی زبان بھی ہے"۔ کسی دوست نے
حضرت حافظ صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ تو مجھے
پیغام بھجوایا کہ تمہاری اس بات سے ہمیں بہت
خوشی ہوئی"۔

حضرت حافظ صاحبؓ کا شعر پڑھنے کا انداز
بڑا دلکش تھا۔ ایک ایک لفظ کو خوبی کے ساتھ ادا
کرتے تھے۔ مجھ سے بھی کئی بار شعر پڑھنے کو کہا۔ اور
پھر مناسب رنگ میں دوبارہ خود پڑھ کر اصلاح بھی دی
فرماتے تھے شعر کا ہر لفظ نازک ہوتا ہے اس لئے
مناسب رنگ میں نہ پڑھا جائے تو شعر کی لطافت ختم
ہو جاتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں حاضر تھا۔ یہ
ان دنوں کا ذکر ہے جب حضرت حافظ صاحبؓ دارالضیافت
کے صحن والے کچے مکان میں ہوتے تھے۔ محترم سید
عبد الباسط مرحوم کا ایک چھوٹا سا بچہ ان کے پاس
بیٹھا تھا۔ اسے فرمانے لگے "اچھا ذرا کرسی پر کھڑے
ہو کر خم ٹھونک کر وہ شعر تو ذرا پڑھو کہ ؎

"ہم اِدھر اور وہ اُدھر راہ میں حائل دیوار
کیا کریں طالبِ دیدار؟ بڑی مشکل ہے!"

بچہ خم ٹھونک کر میدان میں اُتر آیا۔ اور بالکل حضرت
حافظ صاحب کے انداز میں یہ شعر پڑھا۔ حافظ صاحبؓ
تبسم فرماتے رہے اور ایک ایک لفظ پر سر ہلاتے
رہے۔ فرمایا "یہ بچہ اللہ اس کی عمر میں برکت دے۔
شعر پڑھنے میں طاق ہوگا"۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے
کہ حضرت حافظ صاحبؓ کو شعر کی درست ادائیگی کا
کتنا خیال رہتا تھا۔ اور وہ کس طرح دوسروں
کی اصلاح میں کوشاں رہتے تھے۔

اب تک میں نے حضرت حافظ صاحبؓ کی
ادب اور زبان سے محبت کا ذکر کیا ہے۔ دین سے
انہیں بے پناہ شغف تھا۔ تبلیغ تو گویا ان کی غذا
تھی۔ کوئی سائل آتا۔ پہروں بے تکان بولتے چلے
جاتے تھے۔ اور سائل کی تسلی کر دیتے تھے یہ بھی ہوا
کہ طبیعت میں نقاہت ہے آواز سے اضمحلال کی

کیفیت نمایاں ہے لیکن کسی نے کوئی مذہبی سوال چھیڑ دیا۔ پس پھر کیا! حضرت حافظ صاحبؓ اُٹھ بیٹھے۔ نقاہت ہوا ہو گئی۔ آواز میں لوچ اور طنطنہ پیدا ہو گیا۔ اور کچھ اس شرح و بسط سے اس سوال کا جواب دیا کہ سننے والے بیٹھے سر دُھنتے اور لطف اٹھاتے رہے۔ ان کے پاس بیٹھ کو محسوس ہوتا تھا جیسے وقت رُک گیا ہے۔

خلافت کے ساتھ انتہا کی وابستگی تھی۔ پچھلی عید الفطر پر مَیں حاضر ہوا۔ تو وہاں ایک صاحب بیٹھے تھے مَیں گیا تو وہ صاحب اُٹھے اور حضرت حافظ صاحبؓ سے اپنے پنجابی کے انداز میں کہا "میں ذرا حضرت صاحبؓ سے مل آؤں!" اپنی دانست میں ان صاحب نے حافظ صاحبؓ سے اجازتِ رخصت چاہی۔ لیکن انداز کچھ ایسا تھا کہ فقرہ میں استفہامی رنگ پیدا ہو گیا۔ آپ نے سمجھا کہ وہ صاحب یہ پوچھ رہے ہیں "کیا میں حضرت صاحب سے مل آؤں؟" حضرت حافظ صاحب کے چہرہ پر اتنا غصہ اور انقباض میں نے پہلی اور آخری بار دیکھا۔ آپ نے بڑے غصہ سے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور حاضرین کی طرف کچھ اس طرح دیکھا۔ جیسے کہہ رہے ہوں کہ دیکھو اس شخص کو کیا ہو گیا ہے؟ خلافت کے مقامِ بلند کے لئے اتنی غیرت! اب تک مری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ ہے۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ خلیفۂ وقت کا مقام کتنا اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ اور زبان کی ذرا سی لغزش سے سُوئے ادب کی صورت نکلتی ہے ان صاحب کے چلے جانے کے بعد بھی بہت دیر تک حضرت حافظ صاحبؓ خاموش رہے۔ اس شخص کی اس نادانستہ لغزش نے انہیں بڑا دکھ پہنچایا۔ یہ واقعہ حضرت حافظ صاحبؓ کی خلافت سے وابستگی اور خلافت کے مقامِ ارجمند کے ادراک پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت حافظ صاحبؓ کے اٹھ جانے سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا ذکر سیدی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اپنے خطبہ جمعہ میں فرما چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب سے نوازے۔ آمین ؛

مجالس خدام الاحمدیہ متوجہ ہوں

مجلس مرکزیہ کی طرف سے بذریعہ سرکلر و اخبار الفضل ۱۳۴۲/۱ تا ۱۳۴۲/۷ مطابق یکم فروری تا سات فروری ہفتہ وصولی چندہ جات منائے جانے کی اطلاع آپ کو مل چکی ہے اعلانِ ہذا کے ذریعہ آپکی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ براہ کرم آپ ہفتہ وصولی چندہ جات کی کارگزاری کی رپورٹ جلد ارسال فرمائیں اگر کسی وجہ سے آپ اس ہفتہ کو نہیں منا سکے تو آپ مقامی طور پر کوئی اور دن مقرر کر کے اسے کامیابی سے منانے کی کوشش کریں نیز وصول شدہ رقم بھی جلد از جلد پوری تفصیل کے ساتھ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ؛

(مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ ربوہ)

سید ادریس احمد عاجز عظیم آبادی

حضرت حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوری رضؓ

آسمانِ احمدیت کا تھا نجمِ ضوفشاں
بوستانِ مہدوی کا بلبلِ شیوا بیاں
بندۂ یزدانِ برحق۔ عاشقِ خیر الرسل
تھا صحابیٔ مسیح و مہدیٔ آخر زماں
خوش نہاد و پاک طینت نیک بخت و پُر وقار
حافظِ قرآن و فرزندِ علیؔ[1] نامدار
خادمِ دینِ ھُدیٰ، تقویٰ روش، نیکو شعار
سید السادات تھا اور طالبِ رضوانِ یار
احمدیت کی صداقت کا تھا اک سچا گواہ
تھا رموزِ فنِ شعر و شاعری سے آشنا
لب کشا ہوتا تھا جب وہ محفلِ احباب میں
بڑھتا تھا ایمان و عرفاں قلبِ شیخ و شاب میں
دشمنانِ دیں کے حملوں کا دیا ایسا جواب
کر دیا مُنہ بند اُن کا ہو گئے وہ لاجواب
جذبۂ عشق و وفا کا نام اونچا کر گیا
کام اچھا کر گیا اور نام اونچا کر گیا
آہ! اب وہ رونقِ ربوہ کہاں جاتا رہا
ہم کو روتا چھوڑ کر سوئے جناں جاتا رہا

---

[1] حضرت حافظ صاحب کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت سید علی میاں صاحب تھا جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا فخر حاصل ہے۔

حضرت حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ

الٰہی کیا کروں بُتخانے پر بُتخانہ آتا ہے!

نرالا مست ہوں زاہد بھی مستانہ آتا ہے
کبھی چُھپ چُھپ کے آتا تھا اب آزادانہ آتا ہے

بڑی مشکل ہے وہ بھی منحرف ہیں دل بھی برگشتہ
نہ وہ آتے ہیں قابو میں نہ یہ دیوانہ آتا ہے

یہ میری خفتہ بختی خواب میں بھی وہ نہیں آتے
اور آتے ہیں تو یوں جیسے کوئی بیگانہ آتا ہے

کہاں رُکتا ہے ذکرِ بادہ و مینا و ساغر سے
جہاں بھی واعظ آجائے وہیں میخانہ آتا ہے

وُہی کھنچنا، وُہی ملنا، وُہی چلنا، وُہی رُکنا
مگر خنجر کو بھی اندازِ معشوقانہ آتا ہے

حرم کی راہ بھی خالی نہیں خطراتِ پیہم سے
الٰہی کیا کروں بُتخانے پر بُتخانہ آتا ہے

مرے دل سے گئی ہے آرزو اُن کی نہ جائے گی
مگر میرا خیال اُن کو نہ آئے گا نہ آتا ہے

زیارت گاہ بن بیٹھا ہے اُن کا دیکھنے والا
کہ اک عالم کا عالم روز مستانہ آتا ہے

فقط اس آس پر جیتا رہا میں ناتواں برسوں
کہ اک ساعت میں وہ مغرور محبوبانہ آتا ہے

یہ فیضِ خاص ہے مختار ابنِ شاہِ مینا[1] کا
کہ لب پر شعر بن کر نعرۂ مستانہ آتا ہے

[1] اشارہ ہے حضرت امیر مینائی مرحوم کی طرف

حضرت حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوریؓ

نظر میں نشّۂ تمکینِ یار باقی ہے

نہ پوچھئے مجھے کیوں اعتبار باقی ہے
حضور! گردشِ لیل و نہار باقی ہے

جناب حسن کی جب تک بہار باقی ہے
اُمیدوار پر اُمیدوار باقی ہے

مرا مزار نہ خاکِ مزار باقی ہے
مگر وہ ہیں کہ ابھی تک غبار باقی ہے

کبھی کسی سے جھکے میری آنکھ ناممکن
نظر میں نشّۂ تمکینِ یار باقی ہے

سُلا چکے ہو جسے قبر میں وطن والو!
سُنو! ابھی وہ غریب الدیار باقی ہے

تمام اہلِ جہاں کی عنایتیں فانی
مگر عنایتِ پروردگار باقی ہے

اب ایک رنگ میں ہیں مست و محتسب دونوں
دماغ ختم۔ سرِ افتخار باقی ہے

دراز حضرتِ پیرِ مغاں کی عمر دراز
انہیں کے دم سے امیدِ بہار باقی ہے

کہاں جلیل و ریاض اب کہاں خیال و شرر
وہ گُل تو ہو گئے رخصت یہ خار باقی ہے

جو خادمانِ جنابِ امیرؔ[1] تھے مختار
بس ایک اب ان میں سے یہ خاکسار باقی ہے

[1] حضرت منشی امیر احمد امیرؔ مینائی

مکرم پروفیسر مبارک احمد انصاری
مہتمم تجنید و صنعت و تجارت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مالٹے کا سکویش

خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی جو مخلوق کسی کام پر مامور کی گئی ہے وہ اپنے کام کو وقت پر بجا لاتی ہے اور موسم کے اشارے سمجھ جاتی ہے جیسا کہ کیڑے مکوڑے موسم کے لحاظ سے اپنے گھروں میں خوراک جمع کر لیتے ہیں یا گھر تبدیل کر لیتے ہیں۔ لیکن انسان چونکہ اپنی فطرت میں آزاد ہے اس لئے وہ بھول جاتا ہے اور اسے یاد دلانا پڑتا ہے دوستوں کی یاد دہانی کے لئے گرمیوں کا ایک تحفہ پیش خدمت ہے :۔

آجکل مالٹے کا موسم ہے اور پھل سکویش بنانے کیلئے تیار ہے احباب کے افادہ کیلئے محکمہ زراعت کے تجویز کردہ دو نسخے پیش کئے جا رہے ہیں۔ مالٹوں کو صاف پانی سے دھو کر کسی صاف کپڑے سے خشک کر کے رکھدیں۔ آدھ گھنٹہ بعد ان کے دو دو حصے کر کے مشین کے ذریعہ رس نکالکر موٹی ململ سے چھان لیں۔ اب اس رس سے دو طرح کے سکویش تیار کئے جا سکتے ہیں ۱۔ کم چینی والا اور ۲۔ زیادہ چینی والا۔ نسخے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کم چینی والا		۲۔ زیادہ چینی والا	
مالٹے کا رس	۵ سیر	مالٹے کا رس	۵ سیر
کھانڈ	۳ ½ سیر	کھانڈ	۵ تا سات سیر
سٹرک ایسڈ	½ ۱ چھٹانک	سٹرک ایسڈ	½ ۲ چھٹانک
پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ	۵ ماشہ	پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ	۷ ماشہ

تیار کرنیکا طریقہ:۔ رس میں چینی اور سٹرک ایسڈ اچھی طرح حل کر لیں۔ خوشبو کیلئے ۵ سیر رس کیلئے ایک مالٹے کے چھلکے کو باریک کتر کر ملا لیں اور کھانے کا نارنجی رنگ حسب ضرورت ملا لیں۔ اب بوتلوں کو اچھی طرح صاف کر کے کسی بڑے برتن میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھدیں یہانتک کہ پانی اُبلنے لگے یہ اچھی طرح خیال رکھیں کہ بوتلیں ٹھنڈے پانی میں ڈال کر ہی گرم کی جائیں گرم پانی میں بوتلیں نہ ڈالی جائیں۔ ورنہ ٹوٹ جانیکا خطرہ ہے جب پندرہ منٹ تک اُبل جائیں تو نکال لیں اور ایک چھٹانک پانی میں پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ حل کر کے بوتلوں میں سے پھیر لیں اسی طرح کارک بھی اس محلول سے تر کر لیں اب تیار شدہ رس بوتلوں میں کچھ جگہ چھوڑ کر بھر دیں اور کارک لگا دیں اور انکے اوپر موم چڑھا دیں انشاء اللہ تعالیٰ نہایت عمدہ سکویش تیار ہوگا۔ جو دو سال تک خراب نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ بوتل کھول دینے کے بعد دو تین ہفتہ تک خراب نہیں ہوتا۔ **احتیاط:۔** (۱) کارک نئے ہونے چاہئیں۔ (۲) بوتلیں اچھی طرح صاف ہوں (۳) برتن شیشے چینی پلاسٹک۔ المونیم یا نیا قلعی شدہ ہونا چاہیئے۔ (۴) پوٹاشیم میٹا بائی سلفائٹ کا کچھ محلول اگر بوتلیں تر کرنیکے بعد بچ جائے تو برابر برابر سب بوتلوں میں ڈال دیں۔ (۵) بوتل منہ تک نہ بھریں۔ کچھ حصہ خالی رکھیں۔

مکرم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خاں
(پی ایچ ڈی) تی آئی کالج ربوہ

جو باندھا تھا مسیح وقت سے پیمان باقی ہے

(یہ نظم انگلستان میں قیام کے دوران لکھی گئی تھی۔ مقطع میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔)

جہانِ دل میں تیرے گرمئ ایمان باقی ہے
تو ثلجِ کفر پگھلانے کا رب سامان باقی ہے

حسیں یہ کون سا گزرا عرب کے ریگزاروں میں
ہر اک ذرّے کے دل میں دید کا ارمان باقی ہے

کنارِ نیل موسٰے بھی عصا لے کر چلے آئے
ہوا کیا گر کوئی فرعونِ بے سامان باقی ہے

ڈکارا ضیغمِ اسلام نے میدان میں آکر
تو دیکھو کفر کا گوسالۂ بےجان باقی ہے

کریں گے دین کو دنیا پہ فائق خواہ کچھ بھی ہو
جو باندھا تھا مسیحِ وقت سے پیمان باقی ہے

نہ دیکھ اک بار بھی تحقیر سے اللہ کے بندوں کو
وگرنہ جان لے دل کا تیرے ہامان باقی ہے

سہے ہیں وار ہنس ہنس کر ہمیشہ ہیں نے دشمن کے
تبسّم کی مرے چہرے پہ اب تک شان باقی ہے

نصیؔر ان کوچہ ہائے کفر میں دو سال رہ کر بھی
تعجب ہے ترے دل میں ابھی ایمان باقی ہے

مجالس کی دوڑ

مجالس کی دوڑ کے عنوان کے تحت ایک نیا سلسلہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف شعبوں میں ماہ بماہ بہترین کام کرنے والی مجالس مقامی اور مجالس ضلع کے کام کا تذکرہ خالد کے صفحات میں شعبہ وار ہوا کرے۔ آج کی پیشکش اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے مگر افسوس ہے کہ اگرچہ اس دوڑ میں حصہ لینے والے تو سینکڑوں ہیں لیکن ہر شعبہ کے میدان میں سب مجالس نے حصہ نہیں لیا اور بعض شعبوں میں مثلاً صنعت و تجارت، صحت جسمانی، وقارِ عمل، اشاعت وغیرہ میں بہت کم مجالس مقابلہ کے میدان میں اُتریں۔

اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ کئی میدانوں میں دوڑنے والے تو آئے لیکن ریفری کوئی نہ تھا۔ یعنی مہتممین متعلقہ کما حقہٗ پوری طرح باخبر نہ تھے کہ عرصہ زیر رپورٹ میں کتنی مجالس شریک مقابلہ ہوئیں اور کونسی اوّل آئی۔ چونکہ یہ پہلی مرتبہ ہے اس لئے ہم ان مہتممین کا تذکرہ کرنے سے احتراز کرتے ہیں جو میدان سے غائب تھے۔ لیکن اگر آئندہ خدانخواستہ پھر ایسا واقعہ ہوا اور غیر حاضر رہنے والے ریفری صاحبان کا تذکرہ ان صفحات میں نام بنام کیا گیا تو خالد کا ادارہ اس گستاخی کے لئے معذور سمجھا جائے۔

جن جن شعبوں میں مہتممین ممبر نہ دے سکے وقتی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کا نتیجہ مدیر خالد اور محترم صدر مجلس نے سب رپورٹوں پر نظر ڈال کر باہم مشورہ کے بعد نکالا۔

۱۔ **اعتماد:**۔ شعبہ اعتماد میں ماہانہ رپورٹوں کی ترسیل کے لحاظ سے ضلع ساہیوال خدا تعالیٰ کے فضل سے اوّل آیا اور ضلع لاہور دوئم۔ ساہیوال کی ۲۱ مجالس کی ۱۵ رپورٹیں اور لاہور کی ۲۹ مجالس نے ۱۹ رپورٹیں بھجوائیں۔ یاد رہے کہ ان دونوں ضلعوں کے قائد امسال تبدیل ہوئے ہیں سو الحمد للہ کہ یہ تبدیلی ان ضلعوں کے لئے مبارک ثابت ہو رہی ہے اور یہ پچھلی صفوں سے نکل کر تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس دوڑ کے دوسرے کنارے پر سیالکوٹ سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ جس کی ۸۷ مجالس میں سے صرف آٹھ رپورٹیں آئی ہیں۔ چھوٹے ضلعوں میں ہزارہ کی حالت قابلِ فکر ہے یہ پچھلے سال پیش پیش مجالس میں تھا۔ مگر ماہ نومبر میں سات میں سے صرف ایک رپورٹ بھجوا سکا۔ ماہانہ اجلاس کے لحاظ سے ضلع جھنگ اوّل ہے اور سیالکوٹ اس میں بھی صف کے پچھلے کنارے پر کھڑا ہے۔

۲۔ **مال:**۔ اس شعبہ میں مہتمم صاحب کی رپورٹ یہ ہے: قیادت ضلع سرگودھا نے اپنے ضلع کی مجالس کا دس روزہ دورہ کر کے مبلغ ۔/۲۷۳۵ روپے کے چندہ جات وصول کئے ہیں۔ یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ ان کی اس کوشش سے ضلع سرگودھا کی ۱۵ مجالس نے اپنا

سال رواں کا بجٹ سو فیصد ادا کر دیا ہے اس لئے مجلس سرگودھا اپنی مساعی پر مبارکباد کی مستحق ہے۔

وعدہ تعمیر ہال چندہ تعمیر ہال میں ضلع لاہور کی کوششیں نہایت قابلِ قدر ہیں۔ اس کے بعد ملتان کا نمبر ہے۔ بڑی مجالس میں افسوس ہے کہ مجلس کراچی میں ابھی سے کمزوری کا احساس پیدا ہو گیا ہے حالانکہ دوڑ کے نو ماہ ابھی باقی ہیں۔

۳۔ تربیت:۔ اس شعبہ میں ضلع جھنگ باقی تمام مجالس کو اتنا پیچھے چھوڑ گیا ہے کہ کوشش کے باوجود شاید مجالس اگلے ماہ بھی یہ فرق نہ نکال سکیں لائلپور اور سرگودھا کا جھنگ سے اس بارہ میں پیچھے رہ جانا خاص طور پر ان کے لئے قابلِ فکر ہونا چاہیئے۔ مجلس کراچی دوئم ہے۔

۴۔ اصلاح وارشاد:۔ اصلاح وارشاد کی رپورٹ دینے کے لحاظ سے ضلع لائلپور سب ضلعوں پر فوقیت لے گیا خوشی کی بات یہ ہے کہ سیالکوٹ بھی اس شعبہ میں کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے عملاً اصلاح وارشاد کا کام کرنے کے لحاظ سے جھنگ اوّل اور کراچی دوئم رہا ہے۔ لیکن جہانتک کوششوں کو پھل لگنے کا تعلق ہے ضلع نواب شاہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آگے ہے ملتان دوسرے درجہ پر اور راولپنڈی تیسرے درجہ پر۔

۵۔ تحریک جدید۔ مہتمم صاحب کی رپورٹ کے مطابق ابھی مجالس اس شعبہ کے لئے تیاری میں مصروف ہیں اس لئے اس ماہ کی دوڑ میں حصہ لینے سے قاصر ہیں۔

۶۔ شعبہ تعلیم۔ مقامی مجالس میں ترگڑی ضلع گوجرانوالہ کی مجلس اوّل قرار دی گئی ہے اضلاع میں ضلع مظفر گڑھ اول ہے کیونکہ تناسب کے لحاظ سے قرآن کریم ناظرہ۔ باترجمہ اور نماز باترجمہ سیکھنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ مجلس کراچی دوئم ہے۔

۷۔ وقارِ عمل:۔ اس شعبہ میں تناسب کے لحاظ سے گوجرانوالہ اوّل اور لاہور دوئم ہے لیکن درحقیقت کوئی ضلع بھی اس شعبہ میں پاس نہیں ہو سکا اور سب ضلعے کم از کم قابلِ برداشت معیار سے بھی گرے ہوئے ہیں۔

۸۔ تجنید:۔ تجنید میں سرگودھا۔ لائلپور اور ملتان کم وبیش برابر ہیں لیکن ابھی اکثر مجالس میں حزب بندی مکمل نہیں ہوئی۔ اس پہلو سے مجلس لائلپور تمام مقامی مجالس میں نمونہ کی مجلس ہے کہ تجنید کے فارم بھی سب مکمل ہیں اور حزب بندی بھی۔

۹۔ صنعت وتجارت۔ اس میں چھوٹی مجالس میں بھکر ضلع میانوالی۔ گوکھووال اور نمبر ۹۸ ر ب ضلع لائلپور اسمٰعیل آباد ضلع ملتان بھکیب آباد کی مجالس قابلِ ذکر ہیں اور بڑی مجالس میں لائلپور ملتان اور سرگودھا۔

۱۰۔ صحت جسمانی۔ سرگودھا اور لائلپور میں کچھ اچھا کام ہوا ہے۔ اس شعبہ میں بھی مجالس کی بھاری اکثریت کا کام معیار سے گرا ہوا ہے۔

۱۱۔ اشاعت:۔ اس شعبہ میں ضلع سرگودھا اوّل ہے اسکے علاوہ کراچی لائلپور اور سیالکوٹ کی مساعی قابلِ ذکر ہے لیکن بھاری اکثریت اس شعبہ کی طرف متوجہ نہیں ہے۔

نوٹ:۔ ضلع جھنگ میں اکثر ربوہ کے اعداد وشمار ہیں اس لئے اگر اس مجلس کو نکال دیا جائے تو جہانتک خالصۃً ضلعی نظام کا تعلق

ضلع جھنگ کا کام صرف اُن حصص ضلع کا ہے جن میں ربوہ شامل نہیں

سنہ ۴۷-۱۳۴۶ ہش میں علم انعامی کے مقابلہ میں شامل ہونیوالی مجالس کا شعبہ وار جائزہ

نام مجلس	اعتماد	مال	اطفال	تجنید	صنعت و تجارت	تربیت	اشاعت	صحت جسمانی	تعلیم	تحریک جدید	اصلاح و ارشاد	خدمت خلق	وقار عمل	میزان	تاثر مرکزی	کل میزان	پوزیشن
	۶۵	۶۵	۶۵	۵۰	۵۰	۱۵۰	۵۰	۵۰	۶۵	۶۵	۶۵	۵۰	۵۰	۹۰۰	۱۰۰	۱۰۰۰	
لائل پور	۶۶	۶۵	۵۹	۴۲	۳۵	۸۳	۲۳	۲۸	۳۴	۶۰	۳۸	۲۸	۲۱	۵۹۲	۶۵	۶۶۷	I
سرگودھا	۶۸	۶۲	۴۳	۴۶	۳۰	۸۳	۲۲	۲۵	۳۵	۷۰	۳۶	۲۵	۲۵	۵۸۰	۶۰	۶۴۰	II
ملتان	۶۵	۶۳	۳۵	۴۸	۳۳	۶۳	۴۱	۱۹	۳۵	۶۶	۳۰	۲۵	۲۶	۵۵۹	۵۰	۶۰۹	III
ربوہ	۵۵	۵۴	۵۰	۲۶	۱۵	۶۵	۲۵	۳۴	۳۰	۲۰	۳۲	۱۶	۲۳	۴۴۵	۴۰	۴۸۵	IV
کراچی	۶۲	۵۴	۳۳	۳۳	۱۸	۵۶	۲۶	۱۳	۲۷	۴۰	۲۵	۱۷	۱۱	۴۲۵	۴۰	۴۶۵	V
محمد آباد اسٹیٹ	۴۳	۶۰	۵۸	۴۳	۵	۳۸	۱۳	۱۶	۲۱	۳۰	۱۵	۱۰	۲۱	۳۸۳	۳۳	۴۱۹	VI
خوشاب	۵۶	۶۳	۴۱	۳۸	۰	۳۴	۲۵	۶	۲۹	۳۸	۱۱	۶	۱۵	۳۶۲	۳۳	۳۹۵	VII
چک ۱۲۱ ج ب	۵۴	۶۵	۶۰	۴۰	۱۵	۳۴	۴	۱	۱۵	۳۸	۱۰	۱۰	۲۰	۳۵۸	۳۳	۳۹۱	VIII
بھکر	۵۶	۷۳	۱۱	۲۸	۲۰	۳۲	۲	۶	۱۷	۳۷	۳۷	۱۲	۱۹	۳۵۰	۴۰	۳۹۰	IX
سیالکوٹ	۵۴	۶۰	۴۹	۳۵	۰	۳۴	۳	۵	۱۰	۵۰	۷	۱۱	۱۲	۳۳۰	۳۳	۳۶۳	X
لاہور	۴۶	۶۱	۳۵	۱۸	۷	۳۹	۷	۸	۱۹	۲۰	۲۰	۱۸	۹	۳۰۷	۴۵	۳۵۲	XI
گرمولہ ورکاں	۴۰	۶۶	۱۸	۴۰	۰	۴۱	۲	۷	۱۶	۳۰	۱۵	۶	۱۸	۲۹۷	۳۳	۳۳۰	XII
گوجرہ	۵۰	۷۲	۳۱	۳۵	۰	۳۴	۸	۶	۱۶	۳۳	۱۶	۸	۱۸	۲۹۶	۳۳	۳۲۴	XIII

نسیم سیفی
مدیر ماہنامہ تحریک جدید ۔ ربوہ

حضرت مصلح موعودؓ

ایک تأثر

پیچ و خم، زیر و بم، الحذر، الحذر، راہ کی مشکلیں الاماں الاماں
سوئے منزل رواں کارواں کارواں، ہر قدم زندگی کے نئے امتحاں
فرش سے عرش تک فاصلہ ایک قدم، وسعتِ قلب کو دو جہاں بھی ہیں کم
اپنی راحت نہ راحت نہ غم اپنا غم، دوسروں کے لئے جذبۂ بیکراں
کٹ گئی زندگی فکرِ اسلام میں، جان دی خالقِ جان کے کام میں
مسکراتا رہا رنج و آلام میں، اور بناتا رہا دشت سے گلستاں
علم و عرفان کا اک اٹھا غلغلہ، جذبۂ شوق نے بھی کہا مرحبا
بادہ نوشوں نے دی ہر طرف سے صدا، اک نگاہِ کرم میرے پیرِ مغاں
پھول کھلتے ہیں وقتِ بہار آگیا، اس کی سعیٔ عمل پر نکھار آگیا
دین کے رُخ پہ حسن و وقار آگیا، بے زبانوں کو بھی مل گئی ہے زباں
اُس کے آنسو ٹپک کر گہر ہوگئے، اس کے نالے سراپا اثر ہوگئے
اس کے ہمراہ سب تیز تر ہوگئے، قربِ منزل سے مسرور ہے کارواں
دشمنِ دیں کی ہر بات ٹلنے لگی، زندگی اپنا جامہ بدلنے لگی
جھوٹ کو راستی اب کچلنے لگی، کفر کی چیرہ دستی نسیم اب کہاں

محمد انیس الرحمان صادق بنگالی
جامعہ احمدیہ۔ ربوہ

رپورٹ علاقائی تربیتی کلاس مجلس خدام الاحمدیہ مشرقی پاکستان

مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق سکول۔ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کے لئے ایک تربیتی کلاس منعقد کی گئی۔ جس میں مجالس خدام الاحمدیہ مشرقی پاکستان کے مختلف اضلاع کے خدام نے بڑے ذوق شوق سے حصہ لیا۔ یہ کلاس دارالتبلیغ ڈھاکہ میں دو ہفتہ تک (۱۶ جون سے ۳۰ جون ۱۹۶۸ء) جاری رہی۔

اس کلاس میں قرآن۔ حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درس کا انتظام کیا گیا اسی طرح نماز با ترجمہ اور اردو زبان لکھنا بھی سکھایا گیا۔ اس کے علاوہ مختلف علمی۔ فقہی اور تربیتی امور پر تقریریں کی گئیں۔

ایک دینی اور روحانی ماحول میں چوبیس گھنٹے گزارنے کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ جس میں نماز تہجد، پنجگانہ نمازوں کی پابندی۔ ذکر الٰہی کی عادت جسمانی ورزش۔ اسلامی اخلاق کی تعمیر اور جماعتی نظم وضبط جیسے اہم امور شامل تھے۔

اس تربیتی کلاس کی کامیابی میں صوبائی امیر صاحب مشرقی پاکستان نے بہت کوشش کی۔ آپ مختلف اوقات میں نگرانی کرتے رہے۔ اور ہستی باری تعالیٰ پر ایک نہایت مؤثر اور مدلل تقریر بھی کی۔

خدام کی دلچسپی کو بڑھانے کے لئے سوال و جواب کا ایک خاص پروگرام بنایا گیا۔ جو خدا کے فضل سے نہایت کامیاب رہا۔ خدام نے مختلف سوالات کئے جن کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔ اس کلاس میں بعض مربی صاحبان نے بھی مختلف تربیتی اور تبلیغی موضوعات پر تقاریر کیں۔

اس کلاس کا اختتام محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ایک خصوصی پیغام سے ہوا۔

ذیل میں ان مجالس اور ان خدام کی تعداد کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے اس میں شرکت کی۔

مجلس	تعداد	مجلس	تعداد
سندربن (کھلنا)	۴	برہمن بڑیہ	۲
راجشاہی ڈویژن	۲	کرورٹا (کومیلا)	۲
چٹاگانگ	۹	نارائن گنج	۳
میمن سنگھ	۳	تیج گاؤں	۵
کومیلا	۲	ڈھاکہ شہر	۲۸
			۶۰

کُل دس مجالس کے ۶۰ خدام نے اس میں شرکت کی۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

(گزشتہ پرچوں میں یہ سلسلہ آغاز کے نام سے آتا رہا ہے)

غیروں سے سبق :۔ (مکرم رانا سعید احمد غازی مستمد الدعام)

اس زمانہ میں عیسائیت نے اپنی دجالیت اور تثلیث کو پھیلانے کے لئے اور صدق و سداد اور توحید کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے لئے جو سرتوڑ کوششیں کی ہیں ان میں بھی ہمارے لئے سبق ہے۔

عورتیں تارکہ رہ گئیں

اسی مقصد کے لئے عورتوں نے شادی سے تارکہ رہ کر زندگیاں وقف کیں۔ اور ہر قسم کے آرام و آسائش کو خیر باد کہکر جہاں بھی انہیں اپنا مقصد حاصل ہوتا نظر آیا وہ گئیں۔

شادی سے تارک مرد

اسی طرح مرد شادی سے ساری عمر کے لئے تارک رہ کر اور ہر دنیادی آسائش کو تیاگ کر توحید کو مٹا دینے کے مشن کو لیکر دنیا کے کناروں تک پھیل گئے۔

(اوپر والی باتیں مسلمانوں کیلئے قابلِ تقلید نہیں)

اخلاق ایک توپ ہے :۔

اخلاق ایک توپ ہے۔ اگر یہ اسلام اور اور اس کی صداقتوں کو تباہ کرنے کے لئے چلائی جاتی ہے۔ تو کیوں نہ ہم ان سے بڑھ کر اسے اشاعت اسلام اور قیام توحید کے لئے استعمال کریں۔

عِلم کی اہمیّت :۔ (عبد المالک گنج مغلپورہ۔ لاہور)

علم کے لغوی معنی :۔ علم کے لغوی معنی کسی چیز کے متعلق جاننے کے ہیں۔ مثلاً جب ہم کسی ڈاکٹر سے جاکر دوا حاصل کریں تو جو ڈاکٹر دوا دے گا وہ اس نے اپنے علم کے مطابق دی اور اس کی بیماری کے موافق دی۔ تاکہ اس کو صحت ہو جائے یہ اس کا علم ہے

اطلبُوا العِلم :۔

لکھتے ہیں۔ اطلبوا العلم ولو کان بالچین علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا آج کے لحاظ سے اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی۔ چین جانا یعنی مکہ سے چین جانا بہت مشکل تھا یہ اس طرح سے مشکل تھا۔ جیسے آجکل ہم خیال کرتے ہیں کہ آسمان پر انسان کا جانا بڑا مشکل ہے۔

اصل الفاظ لو کان بالصین ہیں۔

چ عربی زبان میں ص اور ش سے بدل جاتا ہے،

غزل :- (قاسم رضا - ربوہ)

وہ بادشاہ بنے گا وہ کامگار ہوگا
جو عاجزی سے یارو گدائے یار ہوگا

یہ حسن سکوں گا کب تک نہ جانے اسکی باتیں
کس حشر تک نہ جانے دیدار یار ہوگا

چل محفل سے بھاگ زاہد نہ تاب لاسکے گا
وہ تیرِ نظر چھٹے گا کہ جگر کے پار ہوگا

جو بزم اب سجی ہے دنیا سے ہے نرالی
اب بندہ و خدا میں دو طرفہ پیار ہوگا

ضروری گذارش

ماہنامہ "خالد" میں تصاویر کی اشاعت کی پالیسی یہ ہے کہ جو مجلس تصویر شائع کروانے کی خواہش مند ہو وہ تصویر کا خرچ خود برداشت کرے کیونکہ رسالہ جات "خالد" اور "تشحیذ" کے پاس تصاویر کی اشاعت کے لئے بہت کم فنڈ ہیں اس لئے ان تصاویر کے سوا جو مرکزی اہمیت کی حامل ہوں۔ اگر مجالس مقامی اہمیت کے حامل واقعات کی تصاویر شائع کروانا چاہیں۔ تو مہربانی فرما کر بلاک کا خرچ یا بلاک بنوا کر بھیجیں۔

(ادارہ)

تعزیّت

مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب کی اطلاع کے مطابق مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب ایس ڈی او سابق قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع حیدرآباد کی ستا سالہ بچی وفات پا گئی ہے۔ جو بہت ہونہار اور سعید الفطرت تھی۔ ادارہ "خالد" بچی کی وفات پر مکرم چوہدری صاحب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور دعا گو ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو صبر جمیل دے۔ اور نعم البدل عطا فرمائے۔

(ادارہ)

خدام الاحمدیہ کا علم انعامی

ہر سال مجالس خدام الاحمدیہ کا جائزہ لے کر تین بہترین کام کرنے والی مجالس کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ جنہیں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سندات نیز مجموعی طور پر اوّل رہنے والی مجلس کو انعام جاریہ کے طور پر خلافت جوبلی علم انعامی دیا جاتا ہے۔ امسال پاکستان کی جملہ مجالس میں مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور اوّل۔ مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا دوم اور مجلس ملتان سوم قرار پائی۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مورخہ ۲۷ فتح ۱۳۴۷ھ کو حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دست مبارک سے مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور کے قائد مکرم سید مشتاق احمد صاحب ہاشمی کو سند اور علم انعامی نیز قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا مکرم رانا عبدالغفار صاحب اور قائد مجلس خدام الاحمدیہ ملتان شہر مکرم سید محمد انور صاحب ہاشمی کو سندات عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان مجالس کے یہ اعزازات مبارک کرے آمین۔ (نوٹ) مقابلہ میں آنیوالی مجالس کا شعبہ وار جائزہ صلا پر پیش ہے)

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)
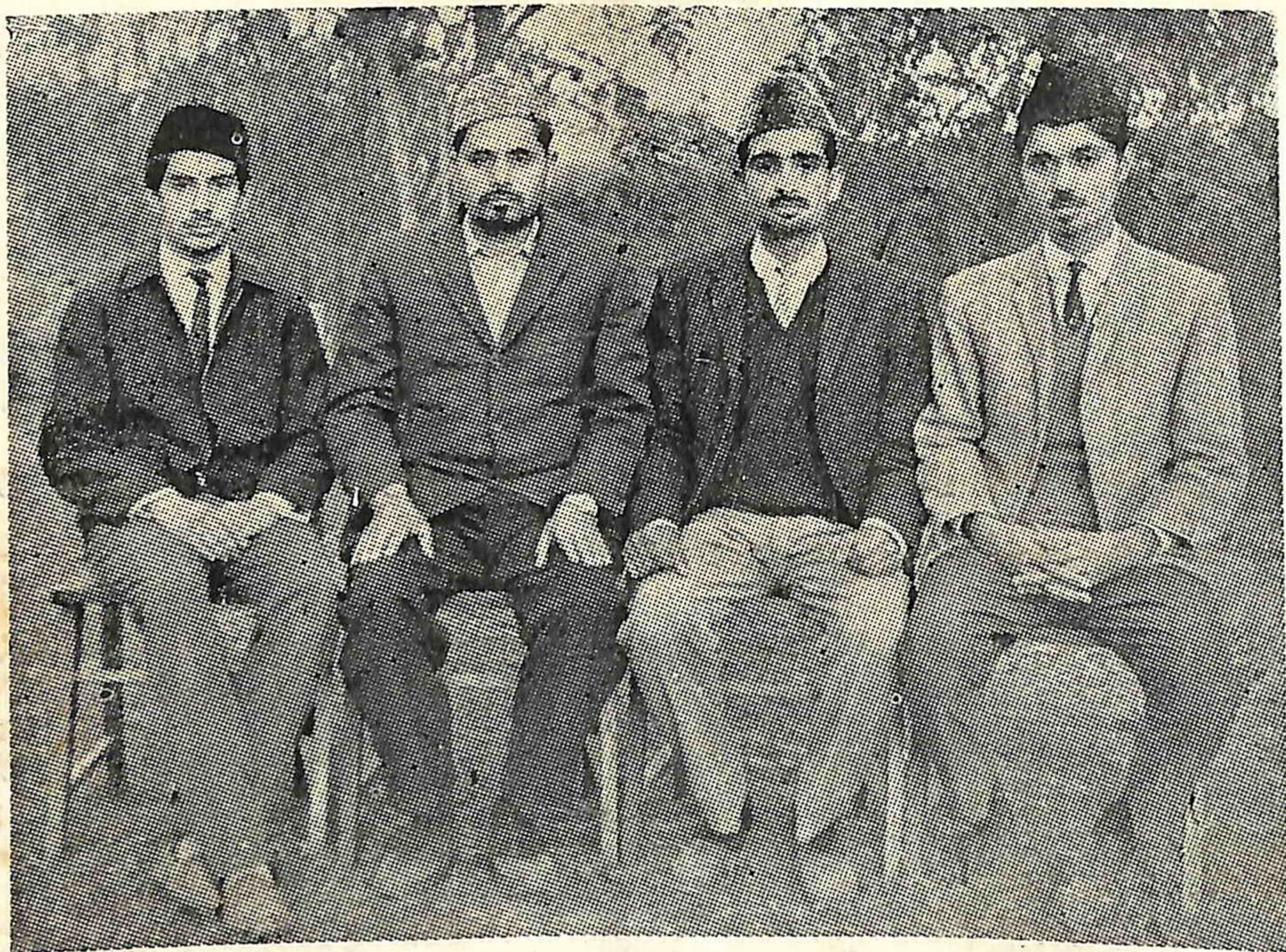
اراکین ادارہ خالد

دائیں سے بائیں : منصور احمد خان - محمد اسلم شاد منگلا - شیخ عبدالخالق

ظہیر الدین منصور احمد
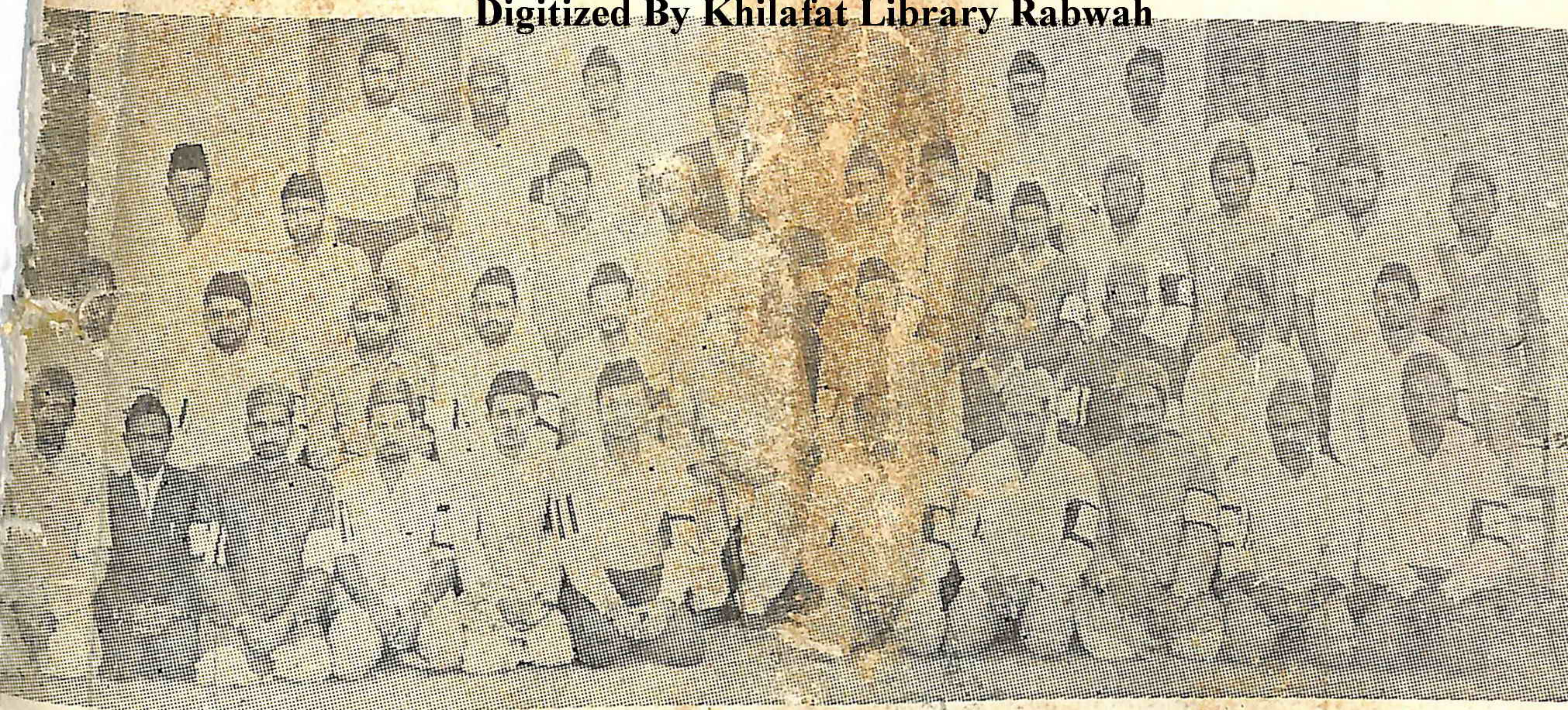
مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور قائدین اضلاع و علاقہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ ۱۳۴۶-۴۷ ہش (۱۹۶۷-۶۸ء)

شعبہ تحریک جدید مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام جلسہ سالانہ ۱۹۶۸ء کے موقعہ پر عالمگیر
زبانوں کے اجلاس میں حصہ لینے والے احباب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ہمراہ

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.